یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہؑ

پاکستان





۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنی

DVD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

امام محمد باقرؑ



علامہ سید رضی جعفر نقوی

امام محمد باقرؑ

علامہ سید رضی جعفر نقوی

عصمہ پبلیکیشنز

عصمہ پبلیکیشنز کی فہرست کتب

پی۔او باکس نمبر۔ 18168 کراچی 74700 پاکستان
Phone: 4134753

Name of Books	Rate	Name of Books	Rate	Name of Books	Rate
علامہ السید ذیشان حیدر جوادی		علامہ السید رضی جعفر نقوی		ڈاکٹر علامہ السید ضمیر اختر نقوی	
قرآن مجید وترجمہ وتفسیر	250/-	مولا علیؑ	60/-	ام البنینؑ	150/-
مطالعہ قرآن	200/-	مولا حسنؑ	60/-	شہربانوؑ	100/-
نہج البلاغہ	250/-	مولا حسینؑ	60/-	معجزہ اور قرآن (عشرہ مجالس)	100/-
مفاتیح الجنان	325/-	سید الساجدینؑ	60/-		
نقوش عصمت (چودہ ستارے)	150/-	امام محمد باقرؑ	60/-		
قمر بنی ہاشمؑ	150/-	خطبات جناب فاطمہ	50/-		
ابوطالب مومن قریش	150/-	دستور حیات	60/-	پروفیسر ڈاکٹر سید منظر حسین کاظمی	
امام جعفر صادقؑ	140/-	الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی		مقامات مقدسہ	100/-
فدک تاریخ کی روشنی میں	60/-	علیؑ مولا	250/-	سرچشمۂ عصمت	300/-
تجلی	60/-	زینب بنت علیؑ	100/-	واجد علی شاہ انکی شاعری اور مرثیے	100/-
کربلا	40/-	علمدار کربلاؑ	100/-	مولا علیؑ کے پچیس سال مدینہ میں	100/-
خلافت وامامت	100/-	جنگ جمل	100/-	سید آصف حسن رضوی	
علم رجال	50/-	تاریخ کربلا	100/-	وظائف الصالحین اول ودوم	50/-
صحیفۂ کاملہ	200/-	اسلام کی نامور خواتین	100/-	وظائف الصالحین سوم	50/-
صحیفۂ زہراؑ	100/-	ہمارا آخری امامؑ	100/-	جنات وشیاطین	50/-
گوہر یگانہ	40/-	مختار نامہ	130/-	فرشتے	50/-
تحفۂ رضویہ	50/-	بنی ہاشم کے بچے کربلا میں	60/-	متفرق فہرست کتب	
		سکینہ سکینہؑ ہے	60/-	نہج الاسرار	300/-
ذیشان مجالس		کربلا کا ننھا شہیدؑ	50/-	تفسیر کربلا (فروغ کاظمی)	100/-
محفل ومجالس	150/-	مولا علیؑ کے فیصلے	100/-	نجات (عشرہ مجالس)	60/-
کربلا شناسی	100/-	مولا علیؑ کی جنگیں	100/-	غدیر سے کربلا تک (عشرہ مجالس)	60/-
خلق عظیم	100/-	محترمہ عالیہ ایوب		سائنس اور غلبۂ اسلام (عشرہ مجالس)	60/-
رسالت الٰہیہ	100/-	علی مولا کے معجزات	100/-	مستحب نمازیں	130/-
توحید	100/-	مولا عباسؑ کے معجزات	100/-	وظائف الابرار	160/-
حسین منیؑ	120/-	احادیث رسول اللہؐ	50/-		
انا من الحسینؑ	100/-	مولا علیؑ کے اقوال	50/-	احمد پبلیکیشنز کی فہرست کتب	
عرفان رسالت	50/-			جناب سیدہ کی کہانی	5/-
اسلام دین عقیدہ وعمل	50/-	پروفیسر سید سبط جعفر زیدی		۱۴ معجزے	20/-
عقیدہ وجہاد	50/-	انتخاب بستہ جلد اول	150/-	مجموعہ وظائف	60/-
		انتخاب بستہ جلد دوم	200/-	گوہر یگانہ	150/-

اسٹاکسٹ

افتخار بک ڈپو اسلام پورہ، لاہور۔فون: 7224812 — مکتبہ الرضا اردو بازار لاہور۔فون: 7223689

محمد علی بک ڈپو G9/2 اسلام آباد موبائل: 0333-5224572 — حسن علی بک ڈپو کھارادر، کراچی۔فون: 2433055

مکتبہ علویہ، رضویہ امام بارگاہ، کراچی۔فون: 6686907

(۷۸۶ / ۱۱۰)

مولائے کائنات

ابوالائمہ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام

کے اقوال

کی مناجاتوں میں سے ایک مناجات

الٰھی کفٰی بی عزًّا ان اکون لک عبدًا وکفٰی
بی فخرًا ان تکون لی ربًّا انت کما اُحبُّ
فاجعلنی کما تُحبُّ

میرے اللہ میری عزت کے لئے یہی کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور میرے فخر کے لئے یہی کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے۔ تو ویسا ہی ہے جیسا میں چاہتا ہوں، پس تو مجھ کو ویسا بنا لے جیسا تو چاہتا ہے۔

اشتراک:

IDAARA-E-TARVEEJ-E-SOAZKHWANI



ادارۂ ترویجِ سوز خوانی



Post Box No. 10979, Karachi-74700

سید نذر عباس
27 جولائی 2009
راولپنڈی

باقر علم النبیین

تحریر

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ

سید رضی جعفر نقوی

عصمہ پبلیکیشنز

پی۔او باکس نمبر۔ 18168 کراچی 74700 پاکستان

نامِ کتاب :- یا محرم الحسین

مُصنّف :- حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید ... جعفر نقوی

ناشر	:	عصمہ پبلیکیشنز کراچی
تعدادِ اشاعت	:	500
تاریخِ اشاعت	:	اگست ۲۰۰۵ء
طباعت	:	عاصم پرنٹنگ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
سیر ٹیفکیٹ ایڈیشن	:	پہلا ایڈیشن
ھدیہ	:	60 روپیہ
مشیرِ قانون	:	پروفیسر سید سبطِ جعفر زیدی ایڈووکیٹ
		جناب شبیر رضوی ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
سرِ ورق (ٹائٹل ڈیزائننگ)	:	سید امتیاز عباس

افتخار بک ڈپو۔ اسلام پورہ کرشن نگر لاہور
مکتبۃ الرضا۔ یوسف میاں مارکیٹ اردو بازار لاہور
کریم پبلیکیشنز سنی سنٹر اردو بازار لاہور
منہاج الصالحین غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور
مکتبۃ الحسین اندرون شہر بہاولپور ملتان
محمد علی بک ڈپو G-9/2 کراچی کمپنی اسلام آباد
سید محمد حسنین کاظمی جی 6/2 اسلام آباد
سودے بکس لائبریری اینڈ اسٹیشنرز سکردو بلتستان
عباس بک ایجنسی رستم نگر لکھنؤ
حسن علی بک ڈپو۔ کھارادر کراچی
محمد علی بک ڈپو برنس روڈ کراچی
اسلامک بک ایجنسی ڈی سینٹر برنس روڈ کراچی
جمیل تبرکات سینٹر برنس روڈ کراچی
احمد تبرکات سینٹر انچولی کراچی
رحمت اللہ بک ایجنسی۔ کھارادر کراچی
محفوظ بک ایجنسی۔ مارٹن روڈ کراچی
خراسان بک سینٹر برنس روڈ کراچی
احمد بک ڈپو۔ رضویہ سوسائٹی کراچی
مکتبہ طاہرہ مرکز تبرکات وظائف رضویہ سوسائٹی کراچی

اِنَّمَا
يُرِيدُ اللّٰهُ
لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ
اَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انوار القرآن

ترجمہ و تفسیر

علامہ ذیشان حیدر جوادی

عصمہ پبلیکیشنز

پی۔ او بکس نمبر۔ 18168 کراچی 74700 پاکستان

باقرِ علم الرسل
مبین السبل
ناموس الدهر
بقیة الله فی أرضه
نیّرٌ من رسخ فی أصلاب السفینة
النور الأبلج المسرج
النسیم الأرج
منار الدین القائمة
ابن محمد المصطفیٰ
وابن خدیجة الغرّاء
وابن فاطمة الزهراء
محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب
سلام الله علیهم اجمعین

مکمل، ممتاز

وظائفُ الابرار

ترجمہ:

مولانا سیّد فرمانُ علی اعلی اللہ مقامہ

ترتیب و پیشکش

علامہ السید جواد حیدر جوادی

فرزند

علامہ السید ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہ

عصمۃ پبلیکیشنز

پی۔او باکس نمبر:۔ 18168 کراچی 74700 پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ سَمِیْعًا بَصِیْرًا، عَالِمًا قَدِیْرًا، بِذَاتِ الْقُلُوْبِ خَبِیْرًا، اَعَدَّ لِلْکَافِرِیْنَ سَعِیْرًا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اَرَائِکَ وَسَرِیْرًا، وَاَلْبَسَهُمْ بِفَضْلِهٖ سُنْدُسًا وَحَرِیْرًا وَسَقَاهُمْ مِنْ عَیْنِ الْخَمْرِ وَنَهْرًا تَفْجِیْرًا، وَوَقَاهُمْ شَرَّ یَوْمٍ کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا۔

وَاَبْدَعَ فِی السَّمَاءِ سِرَاجًا وَهَّاجًا وَقَمَرًا مُنِیْرًا، تَبَارَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَجَعَلَ فِیْهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِیْرًا۔

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ وَالْاِکْرَامُ عَلٰی مَنْ اَرْسَلَهٗ بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُنِیْرًا۔

وَآلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ الْغُرِّ الْمَیَامِیْنَ الَّذِیْنَ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِیْرًا

وَاللَّعْنَةُ عَلٰی اَعْدَائِهِمْ وَظَالِمِیْهِمْ وَقَاتِلِیْهِمُ الَّذِیْنَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ سَلَاسِلَ وَاَغْلَالًا وَسَعِیْرًا۔

(تمام تعریفیں خداوندِ عالم کے لئے ہیں، جو ہمیشہ سے سمیع و بصیر ہے صاحبِ علم و صاحبِ قدرت، اور دلوں کے حالات سے باخبر ہے. اُس نے کافروں کیلئے (جہنم کی) بھڑکتی ہوئی آگ ۔

اور مومنین کے لئے آراستہ بستر اور تختِ خواب تیار کر رکھے ہیں۔
اپنے فضل و کرم سے انھیں سُندس و حریر کا لباس پہنائے گا۔
اُنہیں (جنت کے) چشمہ سے سیراب کرے گا۔
اُنہیں اُس (قیامت کے) دن کے شر سے محفوظ رکھے گا جس (دن) کی
سختیاں ہمہ گیر ہوں گی۔

۵

اُس نے آسمان میں روشن چراغ اور چمکتا ہوا چاند پیدا کیا۔
پاک اور بے نیاز ہے وہ (اللہ) جس نے آسمان میں متعدد بُرج بنائے
اور اُن میں آفتاب اور چمکتا ہوا چاند رکھا۔

۵

درود و سلام اور اعزاز و اکرام ہو اُس ذات (ختمی مرتبت) پر جنھیں پروردگارِ
عالم نے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔
انھیں اللہ کی طرف، اُسی کی اجازت سے دعوت دینے والا،
اور روشن چراغ بنایا۔
اور دُرود و سلام ہو، اُن کی آل پر جو طیب و طاہر اور معصوم و مظلوم ہیں۔
جو روشن پیشانی (اور نورانی چہرے والے) ہیں۔
جن سے اللہ نے رِجس کو دور کیا اور اُن کو ایسا پاک کیا جو پاک کرنے کا حق ہے۔

۵

اُن کے دشمنوں، اُن پر ظلم کرنے والوں، اور اُن کے قاتلوں پر
اللہ کی لعنت ہو ——— جن کے لئے خداوندِ عالم نے (قیامت میں)
طوق و سلاسل اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اور جن لوگوں نے دنیاوی زندگی کے چند روزہ فوائد حاصل کرنے کے لئے ہر ظالم و
جابر حکمران کا ساتھ دیا، اور ابدی لعنت کے حقدار بنے)

۵

پروردگارِ عالم کا لاکھوں احسان ہے کہ اُس نے ہم لوگوں کو در اہلبیت سے وابستگی
کی سعادت عطا فرمائی،
کیونکہ یہی وہ خاصانِ خدا ہیں جن کی ولایت و محبت جزو ایمان ہے اور جن کی اطاعت
راہِ نجات ہے۔

۵

(اللہ کے آخری نبی، کائنات کے سید و سردار، آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے اپنے اہلبیتؑ کو قرآن کا ساتھی قرار دیتے ہوئے اعلان فرمایا کہ:
إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ : كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي
مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي۔
(میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں:
۱)۔ اللہ کی کتاب
۲)۔ میری عترت ــ میرے اہلبیتؑ۔
جب تک تم لوگ اِن دونوں سے وابستہ رہو گے، میرے بعد ہرگز گمراہ
نہ ہو گے۔)

۵

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، سلسلۂ امامت کے پانچویں تاجدار اور
حضورِ اکرمؐ کے منصب کے وہ عظیم المرتبت وارث ہیں جن کو سرکارِ دو عالم نے اپنے
خاص صحابی، جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے ذریعہ سے سلام بھیجا تھا۔

آپ وہ امام برحق ہیں، جنھوں نے کمسنی کے عالم میں، کربلا کے عظیم واقعہ کا مشاہدہ کیا۔

عصرِ عاشور خیامِ حسینی کو جلتے ہوئے اور علیؑ و فاطمہؑ کی بہوؤں، بیٹیوں کو قید و بند میں مبتلا ہوتے ہوئے دیکھا۔

اور پھر کوفہ و شام کے بازاروں میں اپنے پدر بزرگوار اور مخدراتِ عصمت و طہارت کے ساتھ ساتھ آپ بھی پابندِ سلاسل رہے۔

(۱)

۹۵ھ ہجری میں اپنے پدر بزرگوار سید الساجدین حضرت امام زین العابدینؑ کی شہادت کے بعد جب آپ نے منصبِ امامت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو ولید بن عبدالملک جیسا سفاک اور جابر اموی حکمران بلادِ اسلامی کے سیاہ و سفید کا مالک بنا ہوا تھا، جس کے مرنے کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک بادشاہ بن بیٹھا۔

اُس کے بعد چند سال کیلئے عمر بن عبدالعزیز جیسے انصاف پسند حکمران کو بھی موقع ملا، جس نے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر سب و شتم کا سلسلہ بند کرایا۔

لیکن اس کے بعد یزید بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک جیسے ظالم حکمرانوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اسی ہشام بن عبدالملک نے اپنے دورِ حکومت میں زہر کے ذریعہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو شہید کرا دیا۔

(۱)

آپ کے دورِ امامت کے بعض اہم واقعات کو دنیا کا کوئی مورخ بھی نظرانداز نہیں کر سکتا، جن میں:

(۱) علم کی نشر و اشاعت۔

(۲) اسلامی سکوں کی بنیاد۔

(۳) عیسائی حکمراں کی ایک انوکھی سازش کا قلع قمع ـــــ بھی شامل ہے۔

(۱)

زیرِ نظر کتاب میں امام علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے چیدہ چیدہ واقعات کو اہم مصادر کے حوالوں کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

اور چونکہ ضخامت کو ایک خاص حد کے اندر محدود رکھنا ہے اس لئے بیشتر مقامات پر اختصار کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

مالکِ دو جہاں قوم و ملت کی جانی پہچانی شخصیت، اور بُوتراب اسکاؤٹس کے سرپرست جناب سید جاوید رضا نقوی صاحب دام مجدہ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے جنھوں نے اپنے والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے، اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام فرمایا ہے۔ مالکِ کائنات انھیں بہترین اجر و ثواب سے نوازے۔

والسلام

احقر

سید رضی جعفر نقوی

ولادتِ باسعادت

معروف قول کے مطابق آپ کی ولادتِ باسعادت مدینۂ منورہ میں جمعہ کے دن، رجب کی پہلی تاریخ کو ہوئی، جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

"وُلِدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمَدِينَةِ سَنَةَ سَبْعٍ وَخَمْسِينَ مِنَ الْهِجْرَةِ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ، غُرَّةَ رَجَب"

"آپ کی ولادتِ باسعادت، یکم رجب ۵۷ھ کو بروزِ جمعہ، مدینۂ منورہ میں ہوئی)

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے:
"اعلام الوریٰ صفحہ ۲۵۹"
بحوالہ: بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۲۱۲)

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

رَوَى جَابِرُ الْجُعْفِيّ، قَالَ: وُلِدَ الْبَاقِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، غُرَّةَ رَجَب سَنَةَ سَبْعٍ وَخَمْسِين"

(جابر جعفی کی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ:
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت ۵۷ھ میں جمعہ کے دن، یکم رجب کو ہوئی)

ملاحظہ فرمایئے:
کتب: مصباح المتہجد صفحہ ۵۵،
بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۱۲

"شواهد النبوة" — میں بھی آپ کی ولادت باسعادت ۵۷ھ میں، اور جمعہ کے دن ہی لکھی ہے۔

"کمال الدین بن طلحہ" — نے بھی ۵۷ھ ہجری کا قول اختیار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ آپ کے جدِّ (حضرت امام حسین علیہ السلام) کی شہادت کے وقت آپ کی عمر (تقریباً) تین سال تھی۔

(ب ح جلد ۴۶ صفحہ ۲۰۰)

اس سلسلہ میں محدثِ خبیر، شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

امامِ وقت، جب شکمِ مادر میں آتے ہیں تو ہاتفِ غیبی، اُن کی مادرِ گرامی کو مبارک باد پیش کرتا ہے...

اور جب ولادت کی شب آتی ہے، تو وہ اپنے گھر کے اندر، ایک منفرد قسم کی روشنی محسوس کرتی ہیں...

اور جب وہ دنیا میں قدم رکھتے ہیں تو اس شب و روز (خاص قسم کی) سُنہری روشنی پھیل جاتی ہے..."

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے)
کافی جلد ۱ صفحہ ۳۸۷، ۳۸۸
بحوالہ منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)



فاطمی من فاطمیین

امام پنجم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، سلسلۂ امامت کی وہ منفرد شخصیت ہیں جن کے والدِ ماجد بھی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد ہیں، اور جن کی مادرِ گرامی بھی جناب فاطمہ زہرا کی اولاد ہیں۔

آپ کے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں جو سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے فرزندِ ارجمند ہیں۔

اور آپ کی والدۂ ماجدہ جنابِ فاطمہ (اُمِّ عبداللہ) جو سبطِ اکبر حضرت امام حسن علیہ السلام کی دخترِ نیک اختر ہیں:

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ:

إِنَّ الْبَاقِرَ هَاشِمِيٌّ مِنْ هَاشِمِيَّيْنِ، وَعَلَوِيٌّ مِنْ عَلَوِيَّيْنِ، وَفَاطِمِيٌّ مِنْ فَاطِمِيَّيْنِ، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنِ اجْتَمَعَتْ لَهُ وِلَادَةُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَكَانَتْ أُمُّهُ أُمُّ عَبْدِ اللهِ بِنْتَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ...

(حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، سلسلۂ نسب کے اعتبار سے،
ایسے ہاشمی ہیں، جن کے ماں باپ دونوں ہاشمی ہیں۔
ایسے علوی ہیں جن کے ماں باپ دونوں حضرت علیؑ کی اولاد ہیں۔
اور ایسے فاطمی ہیں، جن کے والدین بھی جناب فاطمہ زہراؑ کی اولاد ہیں
کیونکہ ــــ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسین علیہما السلام دونوں

کی اولاد کا اجتماع پہلی مرتبہ آپ کی ذاتِ گرامی میں ہی ہوا۔

(آپ کے والد امام زین العابدینؑ ــــ حضرت امام حسینؑ کے فرزند تھے اور) آپ کی مادرِ گرامی (جنابِ فاطمہ) اُمِّ عبداللہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی بیٹی تھیں)

ملاحظہ فرمایئے:
المناقب: جلد ۳ صفحہ نمبر ۲۳۸
بحوالہ بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۲۱۵)

آپ کے پدرِ بزرگوار تو امامِ وقت بھی تھے اور صاحبِ معجزات بھی تھے ــــ اور آپ کی مادرِ گرامی بھی صاحبِ کرامات خاتون تھیں۔

ایک دفعہ آپ ایک دیوار کے قریب بیٹھی تھیں کہ اچانک ایک زور دار آواز کے ساتھ اُس دیوار میں شگاف پیدا ہو گیا۔

آپ نے دیوار پر ہاتھ رکھ کر اُسے گرنے سے روک دیا۔ پھر جتنی دیر آپ بیٹھی رہیں، وہ دیوار اپنی جگہ قائم رہی (اور آپ کے ہٹتے ہی گر پڑی)۔

چنانچہ دعوات راوندی کی عبارت ہے کہ:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ:
كَانَتْ أُمِّي قَاعِدَةً عِنْدَ جِدَارٍ، فَتَصَدَّعَ الْجِدَارُ، وَسَمِعْنَا هَدَّةً شَدِيدَةً، فَقَالَتْ بِيَدِهَا:
لَا، وَحَقِّ الْمُصْطَفَى، مَا أَذِنَ اللهُ لَكَ فِي السُّقُوطِ
فَبَقِيَ مُعَلَّقًا حَتَّى جَازَتْهُ
فَتَصَدَّقَ عَنْهَا أَبِي بِمِائَةِ دِينَارٍ۔

(حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

میری مادرِ گرامی، دیوار کے پاس بیٹھی تھیں کہ اچانک دیوار شق ہو گئی، اور اس کے پھٹنے سے ایک گرجدار آواز ہم نے سنی۔

میری مادرِ گرامی نے اپنا ہاتھ (دیوار پر رکھا اور) فرمایا:

"حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حق کی قسم —— خداوندِ عالم کی طرف سے (ابھی) تجھے گرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

چنانچہ جب تک وہ عالی مرتبت خاتون وہاں موجود رہیں، وہ دیوار اسی طرح رکی رہی۔

اور میرے والد ماجد نے (جنابِ فاطمہ بنتِ حسنؑ کی سلامتی کے شکرانہ کے طور پر) سو دینار خدا کی راہ میں صدقہ دیا۔

اور جب ایک روز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں اُن معظمہ کا ذکر آیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

كَانَتْ صِدِّيْقَةً لَمْ يُدْرَكْ فِيْ آلِ الْحَسَنِ مِثْلُهَا

(وہ صدیقہ تھیں، اور حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی اولاد میں بے مثال (خاتون) تھیں)

حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے:
دعوات الراوندی
(بحوالہ بحار الانوار ۴۶: ۲۱۵)



بَاقِرِ عِلْمِ النَّبِیِّینْ

پانچویں امام کا اسمِ مبارک تو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ مبارک کے مطابق "محمد" ہے۔ البتہ آپ کے القاب:

"باقر العلم"

"الہادی" —— اور

"الشاکر" ہیں

لیکن سب سے مشہور لقب "باقر" ہے، جو گویا آپ کے نام کا جزو ہے، اسی لئے جب بھی پوچھا جائے گا کہ: پانچویں امام کون ہیں۔؟

تو جواب یہی ملے گا کہ: —— حضرت محمد باقر علیہ السلام۔

جناب جابر جعفی سے دریافت کیا گیا کہ:

وَلِمَ سُمِّيَ الْبَاقِرُ بَاقِراً ؟

قَالَ: لِأَنَّهُ بَقَرَ الْعِلْمَ بَقْراً، أَيْ شَقَّهُ شَقّاً وَأَظْهَرَهُ إِظْهَاراً

(حضرت امام باقرؑ کو باقر کیوں کہا جاتا ہے۔؟

جواب دیا کہ:- کیونکہ انہوں نے علم کو شگافتہ کیا، اور اُسے خوب اچھی طرح سے ظاہر فرمایا)۔

ملاحظہ فرمائیے: علل الشرائع جلد ۱ صفحہ ۲۳۳

عاصم بن حمید نے معمر سے روایت کی ہے، زہری کا بیان ہے کہ:
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں، اُن کے انتقال سے کچھ قبل حاضر ہوا، اور آپؑ کے جانشین کے بارے میں آپ سے دریافت کیا تو امامؑ نے اپنے فرزند "محمدؑ" کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

اِنَّهُ وَصِيِّي، وَ وَارِثِي، وَعَيْبَةُ عِلْمِي، مَعْدِنُ الْعِلْمِ وَ بَاقِرُ الْعِلْمِ۔

(یہی میرے وصی، میرے جانشین، میرے علم کے خزینہ دار، علم و دانش کے معدن، اور باقر العلم ہیں)

زہری کہتے ہیں کہ: میں نے امام علیہ السلام سے دریافت کیا کہ،
اے فرزندِ رسولؐ "باقر العلم" کا کیا مطلب ہے.؟
فرمایا: سَوْفَ يَخْتَلِفُ اِلَيْهِ خُلَّاصُ شِيْعَتِيْ، وَيَبْقَرُ الْعِلْمَ عَلَيْهِمْ بَقْرًا۔

(عنقریب (وقت آئے گا کہ) میرے خالص شیعوں کی، ان کے پاس آمد و رفت ہوگی، اور یہ اُن لوگوں کے لئے علم (کی راہوں) کو خوب شگافتہ کریں گے)

(ملاحظہ فرمائیے: کفایت الاثر ۲۹ بتفاوت یسیر)

(۵)

آپؑ علم کے اعتبار سے ایسی جلالت قدر کے مالک تھے کہ عبداللہ بن عطا المکی کہا کرتے تھے کہ:

مَا رَأَيْتُ الْعُلَمَاءَ عِنْدَ اَحَدٍ قَطُّ اَصْغَرَ مِنْهُمْ عِنْدَ اَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ

وَلَقَدْ رَأَيْتُ الْحَكَمَ بْنَ عُتَيْبَةَ مَعَ جَلَالَتِهِ فِي الْقَوْمِ بَيْنَ يَدَيْهِ كَاَنَّهُ صَبِيٌّ بَيْنَ يَدَيْ مُعَلِّمِهِ

وَكَانَ جَابِرُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُعْفِيُّ اِذَا رَوٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ شَيْئًا، قَالَ:

حَدَّثَنِيْ وَصِيُّ الْاَوْصِيَاءِ وَوَارِثُ عِلْمِ الْاَنْبِيَاءِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

(میں نے علمائے کرام کو (علمی اعتبار سے) کسی کے مقابلے میں اتنا چھوٹا نہیں پایا جس قدر وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے مقابلے میں (کمتر) نظر آتے تھے۔
حکم بن عتیبہ جو اپنی قوم میں انتہائی جلالت قدر کے مالک تھے، مگر آپؑ کے سامنے اُن کی حالت ایسی تھی جیسے اُستاد کے سامنے ایک چھوٹا سا بچہ۔

(اسی طرح اپنے زمانہ کے ایک نہایت ہی جلیل القدر عالم دین اور درویش صفت، صاحبِ عرفان و سلوک) جنابِ جابر بن یزید جعفی، جو نہایت بلند مرتبہ عالم دین اور صاحبِ فضائل و کمالات شخص تھے، جب امام پنجم حضرت محمد باقر علیہ السلام سے کوئی بات نقل کرتے، تو کہتے تھے کہ:
"مجھ سے یہ بات اوصیاء کے وصی، اور انبیاء کے علوم کے وارث (حضرت امام) محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام نے بیان فرمائی ہے"۔

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے،
ارشاد شیخ مفید صفحہ ۲۶۳)

(۶)

اور برادرانِ اہلسنّت کے نہایت معروف عالمِ دین ابنِ حجر مکی جو اپنی عداوت میں خاص شہرت کے مالک ہیں، مگر انہوں نے بھی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی منزلت کا اعتراف کیا ہے؛

چنانچہ لکھتے ہیں:

اَبُوْجَعْفَرٍ مُحَمَّدُ الْبَاقِرُ سُمِّیَ بِذٰلِكَ مِنْ بَقَرِ الْاَرْضِ اَیْ شَقِّهَا وَاِثَارِ مُخْبَأٰتِهَا وَمَكَامِنِهَا — فَلِذٰلِكَ هُوَ اَظْهَرَ مِنْ مُخَبَّاٰتِ كُنُوْزِ الْمَعَارِفِ وَحَقَائِقِ الْاَحْكَامِ وَالْحِكَمِ وَاللَّطَائِفِ مَالَا يَخْفٰی اِلَّا عَلٰی مُنْطَمِسِ الْبَصِيْرَةِ اَوْفَاسِدِ الطَّوِيَّةِ وَالسَّرِيْرَةِ.

وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ فِيْهِ: هُوَ بَاقِرُ الْعِلْمِ وَجَامِعُهٗ وَشَاهِرُ عِلْمِهٖ وَرَافِعُهٗ.

صَفَا قَلْبُهٗ وَزَكَا عِلْمُهٗ وَطَهُرَتْ نَفْسُهٗ، وَشَرُفَ خُلْقُهٗ وَعُمِرَتْ اَوْقَاتُهٗ بِطَاعَةِ اللّٰهِ۔

وَلَهٗ مِنَ الرُّسُوْخِ فِیْ مَقَامَاتِ الْعَارِفِيْنَ، مَاتَكِلُّ عَنْهُ اَلْسِنَةُ الْوَاصِفِيْنَ، وَلَهٗ كَلِمَاتٌ كَثِيْرَةٌ فِی السُّلُوْكِ وَالْمَعَارِفِ، لَا يَحْتَمِلُهَا هٰذِهِ الْعُجَالَةُ.

(حضرت امام) ابوجعفر، محمدؑ باقر (علیہ السلام) — آپ کا لقب "باقر" اس وجہ سے ہوا کہ:

(لفظ "باقر" — بقر یبقر کا اسم فاعل ہے جس کے معنی ہیں شگافتہ کرنے والا، پھاڑنے والا۔

جیسے کہتے ہیں: بَقَرَ الْاَرْضَ۔ جس کے معنی ہیں:

زمین کو پھاڑ کر اُس کی چھپی ہوئی، اور اُس کے اندر دبی ہوئی چیزوں کو نمایاں کرنا۔

اسی طرح (امام محمد باقرؑ) نے بھی معارف کے خزینوں، احکام کے حقائق، حکمت کی باتوں اور پاکیزہ باریکیوں کے وہ سربستہ خزانے ظاہر فرما دیئے، جو سب پر روشن اور ہویدا ہیں۔

اور ان علمی فیوض و برکات (اور فکری کمالات) سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا، سوائے اُس کے جس کی بصیرت زائل ہو چکی ہو۔ (جس کا دل و دماغ معطل ہو چکا ہو) اور جس کی طینت و طبیعت فاسد ہو گئی ہو۔

اسی وجہ سے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ:

آپ علم کے باقر (یعنی پھیلانے والے) اور جامع ہیں، آپ علوم و معارف کو شہرت دینے والے اور اس کا درجہ بلند کرنے والے ہیں۔

آپ کا دل صاف، علم و عمل روشن و تابندہ، نفس پاک و پاکیزہ اور خلقت (نجابت و) شرافت (کا خزینہ) تھی۔

آپ کے کل اوقات، خداوندِ عالم کی اطاعت میں بسر ہوتے تھے۔

نیز — عارفوں کے مقامات میں آپ کے وہ گہرے نشان اور آثار راسخ ہیں، جن کے بیان سے، وصف کرنے والوں کی زبانیں گنگ اور عاجز و درماندہ رہتی۔

اور (زہد و تقویٰ، علوم) و معارف (عبادت و) ریاضت میں آپ کے کلمات اس کثرت سے ہیں جو اس مختصر رسالہ میں درج ہو ہی نہیں سکتے۔

(ملاحظہ فرمائیں الصواعق المحرقہ ص۱۲۰)

مشہور مورخ "ابنِ خلکان" نے لکھا ہے کہ:

حضرت (امام محمد) باقرؑ علّامۂ دوراں اور سردارِ کبیر الشان تھے، آپؑ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ:

آپؑ علوم میں بڑے متبحّر اور وسیع الاطلاع تھے —— شاعر نے آپؑ ہی کے بارے میں کہا ہے کہ:

یَا بَاقِرَ الْعِلْمِ لِاَهْلِ التُّقیٰ
وَخَیْرُ مَنْ لَبّیٰ عَلَی الْاَجْبُلِ

(اے وہ (بلند و بالا شخصیت) جو صاحبانِ تقویٰ و پرہیزگاری کے لئے علوم و معارف کو شگافتہ (اور نشر) کرنے والے، اور اُن سب لوگوں سے افضل ہیں، جو کوہساروں پر خدا کو لبیک کہتے ہیں)

ملاحظہ فرمایئے:
وفیات الاعیان جلد نمبر ایک صفحہ ۴۵۰

٭

برادرانِ اہلسنت کے ایک اور جلیل القدر عالمِ دین علّامہ ذہبی —— نے اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں آپؑ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"امام محمد باقرؑ بنی ہاشم کے سردار، اور اپنے تبحرِ علم کی وجہ سے "باقر" کے لقب سے مشہور ہوئے، کیونکہ آپؑ علم کو شق کر کے اُس کی گہرائی تک پہونچے اور اُس کے دقائق کو خوب سمجھ کر بنی نوعِ انسان تک اُسے پہونچایا)

(ملاحظہ فرمایئے: تذکرۃ الحفاظ (علامہ ذہبی) ج ۱ ص ۱۱۱)

٭

اسی طرح برادرانِ اسلامی کے ایک اور معروف عالمِ دین "فاضل شبراوی" نے لکھا ہے کہ:

حضرت (امام محمد باقرؑ) کے علوم کے تذکرے، تمام دنیا میں مشہور ہوئے اور آپ کی مدح و ثناء میں بکثرت اشعار پڑھے گئے۔

ہم نمونے کے طور پر مالک جہنی کے چند اشعار پیش کرتے ہیں، جنہوں نے کہا ہے کہ:

اِذَا طَلَبَ النَّاسُ عِلْمَ الْقُرْآن
کَانَتْ قُرَیْشٌ عَلَیْهِ عِیَالاً
وَاِنْ فَاهَ فِیْهِ ابْنُ بِنْتِ النَّبِیِّ
تَلَقَّتْ یَدَاهُ فُرُوْعاً طِوَالاً
نُجُوْمٌ تَهَلَّلُ لِلْمُدْلِجِیْنَ
فَتَهْدِیْ بِاَنْوَارِهِنَّ الرِّجَالاَ

(لوگ جب قرآن کا علم حاصل کرنا چاہیں، تو پورا قریش اسکے بتانے سے عاجز رہے گا کیونکہ وہ خود محتاج ہے)

اور اگر فرزند رسولؐ (امام محمد باقرؑ) کے منہ سے کوئی بات اسکے متعلق نکلے گی تو بے حد و حساب مسائل و تحقیقات کے ذخیرے مہیا کر دیں گے۔

یہ حضرات وہ ستارے ہیں جو اندھیری راتوں میں چلنے والوں کیلئے چمکتے ہیں تو ان کے انوار سے لوگوں کو راستہ صاف نظر آنے لگتا ہے)

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے:

الاتحاف صفحہ ۵۲)

صاحب جلاء العیون نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے علمی فیوض و برکات کے سلسلہ میں یہ واقعہ بھی قلمبند کیا ہے کہ :

ایک ... امام علیہ السلام شام سے مدینہ منوّرہ تشریف لے جا رہے تھے، ایک ... کے قریب سے گزرے جس کے آخری حصے پر بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔

امام علیہ السلام نے دریافت کیا کہ : یہ کون لوگ ہیں؟

صاحب نے بتایا کہ : عیسائیوں کے قسیس اور راہب حضرات ہیں، اس جگہ کے قریب کی پہاڑی پر ان کا ایک نہایت بلند مرتبہ عالم رہتا ہے، جو عیسائی علماء میں سب سے بلند مرتبہ سمجھا جاتا ہے، ہر سال ایک مرتبہ وہ پادری لوگوں کو اپنا دیدار کراتا ہے، اُس دن اطراف و جوانب کے لوگ اُس کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور اُس سے مسائل دریافت کرتے ہیں، آج اسی سلسلہ میں یہ لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں۔

یہ سُن کر امام علیہ السلام اُن لوگوں کے قریب گئے __ اور اپنے لباس میں ایسی تبدیلی کر لی کہ وہ لوگ آپ کو پہچان نہ سکیں۔

پھر اُن لوگوں کے ہمراہ آپ بھی اُس پہاڑی پر تشریف لے گئے۔

جب سب لوگ بیٹھ گئے، تو امامؑ بھی اُن کے ساتھ ہی تشریف فرما ہوئے ___ پھر اُن عیسائیوں نے اپنے اُس عالم کے لئے مخصوص مسند بچھائی جس پر اسے بٹھایا گیا۔

وہ انتہائی بوڑھا شخص تھا اور اس قدر سن رسیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعض حواریوں سے مل چکا تھا۔

بڑھاپے کی وجہ سے اُس کی پلکوں اور ابروؤں کے بال لٹک رہے تھے۔

...میں اُس نے زرد ریشم سے باندھ رکھا تھا۔

...نے کے بعد اُس نے پورے مجمع کو غور سے دیکھا، اُس کی آنکھوں میں ...ص چمک تھی۔

جب اُس نے مجمع کے اندر امام محمد باقرؑ کو دیکھا تو پوچھا کہ :

"آپ ہماری قوم سے تعلق رکھتے ہیں یا اُمّتِ مرحومہ سے ؟"

امامؑ نے فرمایا : "اُمّتِ مرحومہ سے۔"

اُس نے پوچھا : اُن کے علماء میں سے ہیں یا جاہلوں میں سے ؟

فرمایا کہ :- "میں جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔"

یہ سُن کر وہ مضطرب ہوا۔ پھر پوچھا :

"میں آپ سے کچھ سوال کروں، یا آپ مجھ سے کچھ سوال کریں گے ؟"

فرمایا کہ : "آپ سوال کیجئے۔"

یہ سُن کر اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو مخاطب کیا :

"اے گروہِ نصاریٰ ___ بڑی نادر بات ہے کہ اُمّتِ محمدؐ میں سے کوئی شخص مجھ سے کہے کہ :

"تم سوال کرو۔"

مناسب نظر آتا ہے کہ میں اِن سے کچھ دریافت کروں۔

اس کے بعد امام علیہ السلام کو مخاطب کر کے اُس نے کہا۔

"یہ بتائیے۔ وہ کون سا وقت ہے جسے نہ رات میں شمار کیا گیا ہے نہ دن میں۔ ؟"

امامؑ نے فرمایا :- صبحِ صادق سے طلوعِ آفتاب تک کا وقت

اُس نے پوچھا :- اُسے کون سی ساعت قرار دیا گیا ہے ؟

فرمایاکہ :- بہشت کی ساعتوں میں سے ایک ساعت ۔ جس میں بیمار (بھی قدرے) فرحت وسکون محسوس کرتا ہے، درد میں کمی واقع ہوتی ہے، جسے رات کو نیند نہ آئی ہو اس وقت سو جاتا ہے اور خداوندِ عالم نے مشتاقان (دیدارِ الٰہی) کے لئے اسے عالمِ آخرت کے شوق و رغبت کی گھڑی قرار دیا ہے جو لوگ اگلی زندگی کے لئے عمل پیرا ہوں انکے لئے اسے روشن دلیل بنایا ہے اور انکار کرنے والوں، نیز ان متکبرین کیلئے جو آخرت کے لئے کچھ نہیں کرتے اتمامِ حجت قرار دیا ہے۔

پادری نے کہا :- آپ نے سچ فرمایا۔

"یہ بتائیے! ـــــ آپ حضرات جو کہتے ہیں کہ اہلِ بہشت کھانا بھی کھائیں گے (پانی بھی) پئیں گے، لیکن انھیں پیشاب پاخانہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال ہے۔؟

امامؑ نے فرمایا :- ہاں ـــــ بچہ ماں کے شکم کے اندر غذا استعمال کرتا ہے، لیکن اسے پیشاب پاخانہ کی حاجت نہیں ہوتی۔

یہ سن کر وہ پادری مبہوت ہو گیا ـــــ کہنے لگا کہ :

"آپ نے تو کہا تھا کہ: آپ علماء میں سے نہیں ہیں؟ مگر آپ تو اس قدر بلند مرتبہ علمی مطالب بیان کر رہے ہیں۔؟

امامؑ نے فرمایا کہ :- میں نے صرف یہ کہا تھا کہ: جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔

و

اُس کے بعد اُس پادری نے امام علیہ السلام سے کچھ اور باتیں دریافت کیں ۔ اور آخر میں ایک ایسا سوال کیا، جس کے بارے میں اس کا

تھا کہ وہ آپ کو لاجواب کر دے گا۔

کہنے لگا : یہ بتائیے ـــ ایک شخص کے ہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے کافی عرصہ زندگی گذارنے کے بعد، اتفاقاً دونوں کا انتقال بھی ایک ہی دن ہوا ـــ مگر وفات کے وقت ان دونوں میں سے ایک کی عمر ۵۰ سال اور دوسرے کی "۱۵۰" سال تھی ـ ایسا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ :

"جناب عُزیر اور اُن کے بھائی جڑواں پیدا ہوئے تھے، جب تیس سال کے ہوئے تو خداوندِ عالم نے جنابِ عُزیر کو موت دے دی اور پورے سو سال تک وہ مُردہ رہے، پھر خداوندِ عالم نے ان کو زندہ کر دیا (قدرت کے اعجازی فیصلے سے اُن کو موت آئی تھی، پھر زندہ بھی ہوئے تھے، تو جب دوبارہ اُٹھے تو اُسی حالت میں تھے جس پر موت آئی تھی۔ گھر پہونچے، تو تیس ہی سال کے نظر آ رہے تھے، جبکہ اُن کے بھائی ایک سو تیس سال کے تھے) دونوں بھائی مزید بیس سال زندہ رہے، اور اتفاق یہ کہ) ایک ہی دن، دونوں بھائی دنیا سے رخصت ہوئے۔

(اس طرح ایک دن دنیا میں آنے والے دو جڑواں بھائیوں کی عمر میں وفات کے وقت یہ فرق نظر آیا کہ ایک نے دنیا میں ۵۰ سال اور دوسرے نے ۱۵۰ سال زندگی گذاری۔

یہ سُن کر وہ پادری اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، امام علیہ السلام کی علمی عظمت و جلالت کا اعتراف کیا اور قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ :

"جب تک یہ "بزرگوار" ـــــ شام میں موجود ہیں، کوئی شخص مجھ سے کچھ نہ پوچھے ـ جو بات دریافت کرنی ہو،

امامؑ سے ہی دریافت کرے۔

(ملاحظہ فرمایئے: جلاء العیون صفحہ ۸۵۱ - ۸۵۰
بحوالہ منتہی الامال جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

۶

نامناسب نہ ہوگا، اگر اس جگہ اُس مکالمہ کا تذکرہ کر دیا جائے جو امامؑ اور اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے درمیان ہوا۔

مورخین کا بیان ہے کہ:

اموی خلیفہ، ہشام بن عبدالملک، ایک دفعہ حج کرنے گیا، جب مسجد الحرام میں پہونچا، تو لوگوں نے اس سے کہا:

"دیکھو۔ وہ امام محمد باقرؑ اپنے حلقے میں بیٹھے ہوئے ہیں (اور اُن کے گرد لوگوں کا مجمع ہے، جو اُن سے علمی مطالب حاصل کر رہا ہے)

(ہشام کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت ان کا امتحان لینا چاہیئے، اگر میری باتوں کا انہوں نے جواب دے دیا، تو کوئی بات نہیں، میں یہ ظاہر کر دوں گا، گویا میں اُن کے علوم سے استفادہ کرنا چاہتا تھا —— اور اگر وہ میرے سوالات کا جواب نہ دے سکے تو تمام لوگوں کے دلوں میں جو اُن کی عظمت ہے، اس میں فرق آئے گا)

اس نے ایک شخص سے کہا کہ:

(امام محمد باقرؑ کے پاس جا کر اُن سے کہو کہ خلیفہ نے دریافت کیا ہے کہ:

جب قیامت کے دن لوگ محشر میں جمع ہوں گے تو حساب کتاب ختم ہونے تک وہ لوگ کیا کھائیں گے؟

جب اُس شخص نے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر خلیفہ کا سوال، آپؑ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؑ نے فرمایا:

خلیفہ سے کہہ دو کہ:

لوگ ایسی جگہ محشور ہوں گے جہاں میوہ دار درخت بھی ہوں گے اور نہریں بھی ہوں گی، وہ لوگ اُن ہی درختوں کے پھل کھائیں گے اور (وہاں جو) نہریں (بہہ رہی) ہوں گی، اُن سے پانی پئیں گے

ہشام نے جب یہ جواب سُنا تو اسے خیال آیا کہ:

یہ جواب دُرست نظر نہیں آتا، اور یہ بہت اچھا موقع ہے کہ جواب کی کمزوری کو نمایاں کیا جائے تاکہ لوگوں کے دلوں میں، آپ کی علمی جلالتِ قدر کا جو احترام ہے، وہ ختم ہو جائے گا

یہ سوچ کر اس نے، اپنے نمائندے سے کہا کہ امامؑ کے پاس جا کر کہو کہ:

"آپ نے یہ کیا جواب دیا ہے؟۔ جو لوگ محشر میں جمع ہوں گے کیا اُن کے ہوش و حواس بھی دُرست ہونگے کہ وہ کچھ کھانا پینا چاہیں؟

وہ تو اپنی متوقع سزاؤں کی مصیبت میں (اتنے حواس باختہ ہوں گے کہ) اُنھیں کھانے پینے کا خیال ہی نہ آئے گا۔

امام علیہ السلام نے اُس نمائندے سے فرمایا کہ ہشام کو بتا دو کہ:

محشر میں جو لوگ (حساب و کتاب کے لئے) جمع ہوں گے (اور اپنے بارے میں قدرت کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہوں گے) اُن سے زیادہ مصیبت کی حالت میں تو وہ لوگ ہوں گے جنھیں خداوندِ عالم کے حکم سے جہنم میں بھیج دیا گیا ہوگا

لیکن وہاں پہنچنے کے باوجود وہ لوگ ایسے بے ہوش و حواس نہیں

ہوں گے کہ کھانا پانی بھول جائیں، تو محشر (میں حساب کتاب کے لئے جمع) ہونے والے جن کو ابھی اپنے انجام کا پورا حال معلوم نہیں ہوگا، کیوں کر کھانا پانی) بھول جائیں گے۔

کیا... قرآن مجید میں خداوندِ عالم کا یہ ارشاد نہیں پڑھا" جو اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو جہنم میں پہنچ چکے ہوں گے، کہ:

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ: أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ، قَالُوا: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ

(اور دوزخ والے جنّت والوں کو پکار (کر کہیں) گے کہ:

"ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو' یا خداوندِ عالم نے جو کچھ تم لوگوں کو عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ دے دو۔

جنّت والے کہیں گے کہ:

"خداوندِ عالم) نے ان دونوں چیزوں کو' کافروں کے لئے "ممنوع قرار دیا ہے)

ملاحظہ فرمائیے: سورۂ اعراف' آیت ۵۰)

ہشام بن عبدالملک نے جب اپنے نمائندے کے ذریعے' امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ مسکت جواب سنا تو مبہوت ہوگیا (اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اب کس زاویئے سے کوئی سوال امام کی خدمت میں بھیجے' اور اس پر یہ حقیقت ایکبار پھر آشکار ہوگئی کہ):

امامؑ بہت بڑے علم و فضل کے مالک ہیں۔ (بحوالہ تاریخ ائمہ)



حضورِ اکرمؐ کا سلام اپنے پانچویں جانشین کے نام

یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ دُنیا کا ہر مسلمان' اللہ کے آخری نبی' حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کرنا' اپنی زندگی کی بہت بڑی سعادت سمجھتا ہے۔

اور روزانہ کی نمازوں میں' کم از کم پانچ مرتبہ یہ فقرہ اپنی زبان پر جاری کرتا ہے کہ:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ'

(اے پیغمبرِ اکرمؐ) آپ پر سلام ہو' اور خدا کی رحمت' اور اسکی برکتیں)۔

(۱)

اور مسلمانوں پر ہی کیا منحصر' حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُرود و سلام تو وہ پاکیزہ عمل ہے' جسے خود خالقِ دوجہاں انجام دیتا ہے' اور اُس کے مقرب فرشتے بھی

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

(بیشک خداوندِ عالم) اور اُس کے فرشتے، پیغمبرؐ پر دُرود بھیجتے ہیں، اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو تم (بھی حضورِ اکرمؐ) پر درود بھیجو اور (اُنھیں) سلام کرو، جیسا کہ سلام کرنے کا حق ہے)

ملاحظہ فرمایئے: سورہ مبارکہ الاحزاب
قرآن مجید کا سورہ نمبر "۳۳"

۵

جس کے ذیل میں مفسّرینِ کرام نے لکھا ہے کہ:

قَدْ تَضَمَّنَ الْاَمْرُ بِالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، وَظَاهِرُهٗ يَقْتَضِي الْوُجُوْبَ وَهُوَ فَرْضٌ عِنْدَنَا...

(اس آیت میں حضورِ اکرمؐ پر درود (وسلام) بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اَمر (کے بارے میں) ظاہر یہی ہے کہ وہ وجوب کا تقاضہ کرتا ہے اور (حضورِ اکرمؐ پر دُرود بھیجنا) ہمارے نزدیک فرض ہے)

ملاحظہ فرمایئے: "احکام القرآن" "جصاص"

۵

اسی طرح ایک اور جلیل القدر مفسّر نے لکھا ہے کہ:

لَا خِلَافَ لِلْعُلَمَاءِ فِيْ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لِلْوُجُوْبِ

(علمائے کرام کے درمیان، اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ (قرآن مجید میں جو) یہ حکم (آیا ہے یہ) وجوب (کو سمجھانے کے لئے ہے)

ملاحظہ فرمایئے: تفسیر ماجدی ص۸۶۳

۵

اور تفسیر رُوح المعانی کی عبارت ہے کہ،

وَعَبَّرَ بِالنَّبِيِّ دُوْنَ اِسْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، عَلٰى خِلَافِ الْغَالِبِ فِيْ حِكَايَتِهٖ تَعَالٰى عَنْ اَنْبِيَائِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اِشْعَارًا بِمَا اخْتَصَّ بِهٖ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) مِنْ مَزِيْدِ الْفَخَامَةِ وَالْكَرَامَةِ وَعُلُوِّ الْقَدْرِ۔

(آیت میں حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نام لینے کے بجائے "النبی" کے لفظ سے آپ کی ذاتِ والاصفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں خداوندِ عالم نے جب کوئی بات کہی تو اُن کے نام کے ساتھ بیان فرمائی (لیکن اس کے برخلاف آنحضرتؐ کا نام لینے کے بجائے النبی کہا) اس میں آپؐ کے مزید اعزاز و اکرام اور جلالتِ قدر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے)

(تفسیر رُوح المعانی بحوالہ تفسیر عبدالماجد دریابادی)

۵

اور عہدِ حاضر کے مفسّرین نے بھی مذکورہ بالا آیت میں حضورِ اکرمؐ پر درود وسلام کے حکم سے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ: یہ ہمارے دینی فرائض میں سے ہے، جس سے آنحضرتؐ کی عظمت وجلالت اور رفعتِ شان کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ علامہ صلاح الدین یوسف نے لکھا ہے کہ:

"آیت میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس مرتبہ ومنزلت کا بیان ہے جو ملأ اعلیٰ میں آپؐ کو حاصل ہے، اور وہ یہ کہ:

خداوندِ عالم فرشتوں کے درمیان آپؐ کی ثناء وتعریف کرتا ہے، اور آپؐ پر رحمتیں بھیجتا ہے۔

اور فرشتے بھی آپ کی بلندیٔ درجات کے لئے آپؐ پر درود بھیجتے ہیں

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ... (اہلِ زمین کو حکم دیا کہ وہ بھی

آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجیں، تاکہ آپ کی تعریف میں علوی اور سفلی

دونوں عالم متحد ہو جائیں۔

(تفسیری حواشی مولانا صلاح الدین یوسف صفحہ ۱۱۹)

(۵)

اور بریلوی مکتبِ فکر کے ممتاز عالمِ دین، اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں

بریلوی کے ترجمہ "کنز الایمان" کے تفسیری حواشی میں لکھا ہے کہ :

"سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے،

ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی...

یہی قول معتمد ہے، اور اس پر جمہور ہیں۔"

(۶)

آگے چل کر درود کے ذیل میں "مسئلہ" کی وضاحت

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر عبادت

مقبول نہیں۔"

(۷)

پھر فرمایا :

"درود شریف، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی تکریم ہے۔

علماء نے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ :

"یارب ــــ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں

اُن کا دین بلند اور ان کی دعوت غالب فرما کر اور اُن کی شریعت کو بقا عنایت کرکے

اور آخرت میں، ان کی شفاعت قبول فرما کر...

اور اولین و آخرین پر اُن کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء و مرسلین، ملائکہ،

اور تمام خلق پر اُن کی شان بلند کر کے۔"

(۸)

آگے چل کر "مسئلہ" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے :

"درود شریف کی بہت برکتیں اور فضیلتیں ہیں ـــ حدیث شریف میں

ہے کہ :

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

"جب درود بھیجنے والا، مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اُس کے لئے دعائے مغفرت

کرتے ہیں۔"

مسلم کی حدیث میں ہے کہ :

"جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ تعالےٰ اُس پر دس بار درود

بھیجتا ہے۔"

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ : "بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا

ـــــــــــــــــــــــــ

۱ :- اہلِ نظر سے مخفی نہیں کہ یہ عبارت ناقص ہے کیونکہ مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا درود نہیں پڑھتا جس میں صرف آنحضرتؐ کا ذکر ہو بلکہ اس کے آگے "وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ" بھی ضرور پڑھتے ہیں، اور دیگر مکاتبِ فکر کے افراد آل کے ساتھ اصحاب وغیرہ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر میں کوئی ایسا گروہ نہیں ہے جو درود میں صرف "اللّٰھم صلِّ علٰی محمّد" پڑھتا ہو۔ ممکن ہے اعلیٰ حضرت نے اس جگہ صرف اختصار کی بناء پر درود کا ابتدائی فقرہ ذکر کیا ہو ـــ (مؤلف)

ذکر کیا جائے"، اور وہ مجھ پر دُرود نہ بھیجے۔"

(ملاحظہ فرمایئے: کنزالایمان، مولانا احمد رضا خاں بریلوی
صفحہ ۵۰۶)



اور مولانا عبدالماجد دریابادی نے آیت کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"آپؐ پر سلام بھیجنے کے معنیٰ:
مجموعہ دو امر کا ہے۔
ایک دُعا ہے۔ دوسرے ثنا ہے جو اس دعا کے لئے لازم ہے۔
کیونکہ عُرفاً یہ صیغہ مخصوص، مستحق ثنا ہی کے لئے ہے۔"

(ملاحظہ فرمایئے: تفسیر ماجدی صفحہ ۸۵۵)



اب اس تاریخی حقیقت پر غور کیجئے کہ:

حضور اکرمؐ پر دنیا کے کروڑوں مسلمان سلام بھیجتے ہیں۔

اور حضورِ اکرمؐ نے اپنے پانچویں [illegible] برحق، حضرت امام محمد باقرؑ کو اپنے ایک نہایت جلیل القدر صحابی کے ذریعے سے سلام بھیجا۔"

جیسا کہ ارشادِ شیخ مفید میں، جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ:

"میں ایک روز، حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، تو آپ نے فرمایا:

"اے جابرؓ۔ امید ہے کہ تم اُس وقت تک زندہ رہو کہ میری اولاد میں سے "محمد بن علی بن الحسینؑ" سے ملاقات کرو جنھیں خداوندِ عالم، خصوصی نور و حکمت عطا کرے گا، انھیں میری طرف سے سلام

کہہ دینا۔"

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے:
"ارشاد"۔ شیخ مفیدؒ، صفحہ ۲۶۹)

البتہ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اُصولِ کافی" میں نسبتاً زیادہ تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ:

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے، جناب جابر بن عبداللہ انصاری، سب سے آخر تک زندہ رہے۔

مدینہ منورہ میں، مسجد نبویؐ میں بیٹھے ہوئے۔ یَابَاقِرُ — یَابَاقِرُ — کی آواز بلند کرتے رہتے تھے۔

اہلِ مدینہ اِس بات کو، اُن کے بڑھاپے، اور ذہن و حافظہ کی کمزوری پر محمول کرتے تھے۔

اور کچھ نادان لوگ یہ بھی کہنے لگتے تھے کہ:

"آپ کیا بے ربط باتیں کرتے رہتے ہیں؟

یہ سُن کر جابرؓ کہتے تھے کہ:

"خدا کی قسم — میں کوئی بے ربط بات نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ (میں اپنے دل کی ایک تمنا کا اظہار کر رہا ہوں۔ کیونکہ) مجھ سے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا، کہ:

"(اے جابرؓ!— تم میری اولاد میں سے، ایک شخص سے ملاقات

کرو گے جن کا نام میرے نام کے مطابق، اور جن کے صفات و خصائل میرے صفات و خصائل جیسے ہوں گے، وہ "باقر" ہوں گے جو علم (کی راہوں) کو اچھی طرح شگافتہ کریں گے۔"

چنانچہ میں حضور اکرمؐ کے فرمان کے مطابق انھیں پکارتا رہتا ہوں۔

(کافی جلد ۱ صفحہ ۴۶۹، الخرائج، بحار الانوار)

(۷)

جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے اس سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ:

ایک دن میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ (اپنے چھوٹے نواسے) حسینؑ کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھے... مجھے دیکھ کر فرمایا:

"اے جابرؓ ـــــ میرے نواسے حسینؑ کو خداوندِ عالم ایک فرزند عطا کرے گا جن کا نام علیؑ ہوگا وہ اس قدر عبادت گذار ہوں گے کہ جب قیامت کے دن ایک منادی یہ آواز دے گا کہ:

"سیّد العابدینؑ کھڑے ہو جائیں"

تو علیؑ بن الحسین (زین العابدینؑ) کھڑے ہوں گے

(خداوندِ عالم) انھیں ایک فرزند عطا کرے گا، جن کا نام "محمدؐ" ہوگا۔

اے جابرؓ! ـــــ اگر ان سے ملاقات کرو، تو انھیں میرا سلام کہہ دینا۔

(۸)

ابان بن عثمان نے بھی اس روایت کو حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل

[illegible] وہ کہتے ہیں کہ:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا:

"اے جابرؓ ـــــ تم اس وقت تک زندہ رہو گے کہ میری اولاد میں سے محمد بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے ملاقات کرو گے جن کا لقب [illegible] توریت میں (بھی) معروف ہے ـــــ تو جب اُن سے ملاقات [illegible] تو میری طرف سے انھیں سلام کہہ دینا۔

پھر جناب جابرؓ (میرے جدِ بزرگوار، حضرت امام) زین العابدینؑ [illegible] خدمت میں حاضر ہوئے جہاں (حضرت) محمدؐ باقرؑ بھی کمسن شہزادے [illegible] صورت میں موجود تھے۔

[illegible] جابرؓ نے ان سے کہا کہ: "اے شہزادے۔ آگے آیئے۔" وہ آگے [illegible] پھر کہا: واپس جایئے۔ وہ واپس گئے۔ یہ دیکھ کر جابرؓ نے [illegible] اختیار کہا:

خدا کی قسم! یہ تو مکمل طور سے حضور اکرمؐ کا نمونہ ہیں۔

[illegible] کے بعد جناب جابرؓ نے حضرت امام زین العابدینؑ سے دریافت کیا کہ: "یہ کون ہیں۔؟"

[illegible] امامؑ نے فرمایا کہ: "یہ میرے فرزند ہیں، اور میرے بعد یہی حجتِ خدا ہیں، ان کا نام محمدؐ باقرؑ ہے۔

یہ سن کر جناب جابرؓ اپنی جگہ سے اٹھے، حضرت (امام) محمدؐ باقرؑ کے [illegible] پر جھک کر انھیں بوسہ دینے لگے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ:

"اے فرزندِ رسولؐ ـــــ آپ پر میری جان قربان، اپنے جدِ بزرگوار

کاسلام قبول فرمائیے۔ حضرت رسولِ خدؐا نے آپ کی خدمت میں سلام بھیجا ہے۔

یہ سُن کر امامؑ کی آنکھوں میں (فرطِ عقیدت و مسرت سے) آنسو آگئے۔ اور فرمایا:

"اے جابرؓ — جب تک زمین و آسمان باقی ہیں، میرے جَدِ بزرگوار پر (دُرود و) سلام نازل ہوتا رہے۔

اور اے جابرؓ — آپ پر سلام کہ آپ نے میرے جَد کا سلام مجھ تک پہونچایا۔

ملاحظہ فرمائیے:
امالی شیخ صدوقؒ: صفحہ ۳۵۲)

(۶

حضرت امام محمؐد باقر علیہ السلام کی خدمت میں جناب جابر بن عبداللہ انصاری کا سلام پہونچانا اور یہ کہنا کہ:

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تم میری اولاد میں سے (میرے اُس جانشین سے ملاقات کروگے جو میرا ہمنام ہوگا)

اور جب اُن کی خدمت میں پہونچنا، تو میری طرف سے سلام پہونچا دینا۔

اس قدر معروف واقعہ ہے جس میں اپنے یا غیر، موافق یا مخالف کیلئے شک شُبہ یا انکار و اعتراض کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، بلکہ مختلف مکاتبِ فکر کے صاحبانِ علم و تحقیق نے اسے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ چنانچہ:

عالمِ اسلام کے مشہور و معروف مورخ ابنِ واضح یعقوبی نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں اِن الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے۔

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ الْاَنْصَارِی، قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ:

"اِنَّكَ سَتَبْقٰی حَتّٰی تَرٰی رَجُلًا مِنْ وُلْدِیْ اَشْبَہُ النَّاسِ بِیْ اِسْمُہٗ عَلٰی اِسْمِیْ، اِذَا رَاَیْتَہٗ لَمْ یَخْلُ عَلَیْكَ، فَاَقْرَأْہُ مِنِّی السَّلَامَ۔"

فَلَمَّا كَبُرَتْ سِنُّ جَابِرٍ وَخَافَ الْمَوْتَ، جَعَلَ یَقُوْلُ:

یَا بَاقِرُ، یَا بَاقِرُ — اَیْنَ اَنْتَ۔

حَتّٰی رَآہُ فَوَقَعَ عَلَیْہِ، یُقَبِّلُ یَدَیْہِ وَرِجْلَیْہِ، وَیَقُوْلُ:

بِاَبِیْ وَاُمِّیْ، شَبِیْہُ اَبِیْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ — اِنَّ اَبَاكَ یَقْرَءُكَ السَّلَامَ۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ:

حضرت رسول خدؐا نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

"(اے جابرؓ) — تم اتنے دنوں تک زندہ رہوگے کہ میری اولاد میں اس شخص سے ملاقات کروگے جو تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوں گے، اُن کا نام میرے نام کے مطابق (محمؐد) ہوگا، جب تم ان کو دیکھوگے تو... (تمہیں انھیں پہچاننے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی — تو انھیں میری طرف سے سلام کہہ دینا۔"

اس واقعہ کے عرصہ دراز کے بعد، جب جناب جابرؓ بہت سن رسیدہ ہوگئے (اور موت، گویا سامنے نظر آنے لگی) تو بار بار پکارتے تھے:

"اے باقرؑ ـــــ اے باقرؑ ـــــ آپ کہاں ہیں۔؟
یہاں تک کہ انھیں امام علیہ السلام کی زیارت کا شرف ملا تو آگے بڑھ کر انہوں نے امامؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا، اور یہ کہتے جاتے تھے:
"میرے ماں باپ، آپ پر قربان، آپ کس قدر اپنے جدِ بزرگوار حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مشابہ ہیں!!
آپ کے جدِ نامدار (رسول محمدؐ) نے آپ کو سلام کہلایا ہے"

ملاحظہ فرمایئے:
(تاریخ ابنِ واضح یعقوبی جلد۳۔ صفحہ ۴۱)



اس سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:
مدینہ میں اصحابِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے اُن سب کی آخری فرد (جناب) جابر بن عبد اللہ انصاری تھے۔
وہ ہم اہلبیتؑ سے متمسک رہے۔ در آخر عمر میں مسجدِ رسولؐ میں عمامہ باندھے بیٹھے رہتے، اور یَا بَاقِرَ العِلم۔ یَا بَاقِرَ العِلم (اے علم کو پھیلانے والے، اے علم کی راہوں کو کشادہ کرنے والے) پکارا کرتے تھے۔
اہلِ مدینہ یہ سُن کر کہتے کہ: "جابر کیا مہملات بک رہے ہیں"۱؎

۱؎:- اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اہلِ دُنیا کی ہر دَور میں یہ رَوِش برقرار رہی ہے کہ اہلبیتؑ سے محبت کا اظہار کرنے والے کی بات کو جہل و نادانی سے منسوب کرتے ہیں۔
مثلاً جب خود حضورِ اکرمؐ نے دُنیا سے تشریف لے جانے سے قبل فرمایا تھا:
"تم لوگ قلم دوات لاؤ تاکہ میں ایک ایسا نوشتہ چھوڑ جاؤں جس کے بعد، لوگ کبھی بھی گمراہی کا شکار نہ ہوں گے۔"
تو قریب میں بیٹھے ہوئے بعض ایسے اشخاص جنھیں اندازہ ہوگیا تھا کہ حضورِ اکرمؐ اپنے اہلبیتؑ کے بارے میں کوئی خاص وصیت کرنا چاہتے ہیں، یہ کہنے لگے کہ: "ان الرجل لیہجر" (معاذ اللہ) "ان پر ہذیان طاری ہے۔"
اور آج جب ایک صحابی جانشینِ پیغمبرؐ کی محبت میں انھیں آواز دے رہے ہیں تو دنیا والے کہتے ہیں کہ یہ "بہک رہے ہیں"۔

جس کے جواب میں وہ کہتے تھے کہ:
"خدا کی قسم، میں لغو نہیں بکتا ـــــ بلکہ مجھ سے حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا تھا:
"سَتُدْرِكُ رَجُلاً مِنْ اَهْلِبَيْتِي، اِسْمُهٗ اِسْمِيْ، وَشَمَائِلُهٗ شَمَائِلِيْ، يَبْقَرُ الْعِلْمَ بَقْرًا۔
(تم میرے اہلبیتؑ میں سے ایسے شخص سے ملو گے، جن کا نام میرا نام، اور جن کی صفات میرے صفات (جیسی) ہوں گی، وہ علم کو خوب اچھی طرح سے واشگاف کریں گے)"
اسی سبب سے میں اُن کو "یَا بَاقِرَ العِلم" کہہ کر پکارتا ہوں۔

۲

اسی انتظار میں (جناب) جابرؓ مدینہ کی گلیوں سے گذر رہے تھے کہ اچانک ایک مکان کے اندر انہوں نے حضرت محمدؑ (باقرؑ) کو دیکھا، اور آپؑ کا حلیہ حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ پایا تو کہا:
"اے صاحبزادے ـــــ ذرا میری طرف رُخ تو کیجئے!
حضرتؑ نے اُن کی طرف مُنہ کرلیا۔
پھر (جابر نے) کہا: اچھا اب ذرا، ادھر پُشت کیجئے:
تو امام علیہ السلام، پیچھے کی طرف مڑ گئے۔
جناب جابرؓ نے جب سامنے اور پشت کی طرف سے اچھی طرح سے آپ کا سراپا دیکھ لیا تو بے ساختہ کہنے لگے:
"خدا کی قسم ـــــ ہو بہو، جناب رسالتمآبؐ (کی تصویر ہیں)
پھر پوچھا:- صاحبزادے، آپ کا اسمِ گرامی۔؟"

(امامؑ نے) فرمایا ـــــ میں محمد بن علیؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں۔

یہ سن کر (جناب) جابرؓ، تیزی سے آگے بڑھے اور امامؑ کی پیشانی کو بوسہ دے کر کہا۔

"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، حضرت رسولِ خداؐ نے آپ کا ذکر کیا تھا اور مجھ سے فرمایا تھا کہ:

"آنحضرتؐ کا سلام آپ تک پہونچاؤں"

اس کے بعد جناب جابرؓ نے یہ معمول بنالیا کہ روزانہ، بلا ناغہ، صبح و شام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جس پر اہلِ مدینہ تعجب سے مضحکہ کرتے کہ:

جابر کو کیا ہو گیا ہے جو اس بچے کے پاس اس کثرت سے حاضر ہوتے ہیں۔

مگر خدا کی قسم ـــــ جنابِ جابرؓ، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس جاکر آپ سے برابر علوم حاصل کیا کرتے تھے۔

اور اس وقت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں جناب جابرؓ نے یہ گذارش بھی کی تھی، کہ:

"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، بروزِ قیامت (میری) شفاعت کی ضمانت، آپ فرمالیں۔

اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں ضامن ہوتا ہوں۔"

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے:

"رجال کشی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۹،۲۷)

ایک روایت میں ہے کہ:

جنابِ جابرؓ، آخر عمر میں (جب کافی) ضعیف ہو گئے تھے، حضرت امام محمد باقرؑ اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اُن کا مزاج پوچھا۔

جابرؓ نے کہا کہ میں ایسے حال میں ہوں کہ پیری کو جوانی سے بہتر، بیماری کو صحت سے زیادہ پسندیدہ اور زندگی کے مقابلے میں موت کو زیادہ اچھا سمجھتا ہوں۔

یہ سن کر امامؑ نے فرمایا ـــ اے جابرؓ ـــ لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ:

"اگر خدا ہمیں پیری عطا کرے، تو پیری کو جوانی سے بہتر سمجھیں اگر جوان رکھے تو جوانی کو، اگر بیمار کرے تو بیماری کو اگر شفا عطا کرے تو شفا کو، اگر موت دے تو مرنے کو اور اگر زندہ رکھے تو زندگی ہی کو پسند کریں ـ غرض جس حالت میں خدا ہمیں رکھے، اُسی کو اپنے لئے سب سے بہتر، مناسب اور نفع بخش سمجھیں گے۔

جابرؓ نے یہ سنا تو فرطِ مسرت سے اپنی جگہ سے اُٹھے اور امامؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہا:

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ:

"سَتُدرِكُ وَلَداً مِنْ أَوْلَادِيْ، اِسْمُهٗ اِسْمِيْ يَبْقَرُ الْعِلْمَ بَقْرًا، كَمَا يَبْقَرُ الثَّوْرُ الْاَرْضَ۔

(اے جابرؓ) تم میرے ایک ایسے فرزند سے ملو گے جس کا نام میرے نام جیسا ہوگا اور وہ علم (و معرفت کی باتوں) کو اس طرح سے شگافتہ کریں گے جس طرح بیل، زمین کو (زراعت کے لئے) شگافتہ کرتا ہے۔"

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے: "مجالس المومنین" ص



اور "ابوالسعادات" نے کتاب "فضائل الصحابہ" میں لکھا ہے کہ :

"جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ، جب حضرت رسولِ خدا کا سلام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا چکے — تو — (اس کے کچھ عرصہ بعد) امام علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ :

"اب آپ کو جو وصیتیں کرنی ہوں، کر دیجئے، کیونکہ اب، پروردگار عالم کی بارگاہ میں آپ کی حاضری کا وقت (نزدیک) آچکا ہے۔

جابرؓ نے .... دریافت کیا۔

(اے فرزندِ رسولؐ) — اے میرے سید و سردار، یہ بات تو حضورِ اکرمؐ صرف مجھ سے فرمائی تھی (کہ جب میرے پانچویں جانشینِ برحق امام محمد باقرؑ سے تمہاری ملاقات ہو جائے اور انھیں میرا سلام پہونچا دو — تو پھر سفرِ آخرت کیلئے تیار ہو جانا)

"آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی۔؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا :

وَاللّٰہِ یَا جَابِرُ — لَقَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰہُ عِلْمَ مَا کَانَ، وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

(خدا کی قسم — اے جابرؓ، خداوندِ عالم نے ہمیں اُن باتوں کا بھی علم عطا کیا ہے جو گذر چکی ہیں، اور اُن باتوں کا بھی، جو قیامت تک ہونے والی ہیں)

(ملاحظہ فرمائیے کتاب فضائل الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۲ بحوالہ منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۱۴۴)



دلائلِ امامت

حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام کے منصبِ امامت کے دلائل اتنے واضح ہیں کہ قرآنِ مجید کی آیات بھی ان کی تائید کرتی ہیں، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات سے بھی عالمِ اسلام کی معتبر و مستند کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

خاص طور سے کتاب: "غایۃ المرام فی حجۃ الخصام"۔ جو اپنی ضخامت، سائز اور اسلوب کے لحاظ سے ایک منفرد شان رکھتی ہے جس کے مؤلف نے اہتمام کیا ہے کہ :

"امامت" اور "اہلبیتِ طاہرین کے منصب" کے لحاظ سے جتنے موضوعات ہو سکتے ہیں انھیں مختلف ابواب و فصول میں تقسیم کر کے، ہر باب اور ہر فصل میں برادرانِ اہلسنت کی مستند کتابوں میں پائی جانے والی روایات، اور پھر مکتبِ اہلبیت سے تعلق رکھنے والی کتابوں کے مستند حوالوں کو ایسے انداز سے یکجا کیا ہے کہ کسی کے لئے انکار یا انحراف کی گنجائش باقی نہ رہے۔

(۱)

مذکورہ بالا کتاب اور عالمِ اسلام کی کچھ اور معتبر کتابوں کے حوالے سے، ہم اس کتاب میں چند روایات، نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

..... تمیم بن بہلول کی روایت ہے کہ :

حدثنی عبداللہ بن ابی الھذیل وسئلتہ عن الامامۃ فیمن تجب وما علامات من تجب لہ الامامۃ؛

فقال: ان الدلیل علی الامامة علی ذلک والحجة علی المومنین
والقائم بامر المسلمین والناطق بالقرآن والقائم بالاحکام
اخو نبی المصطفیٰ وخلیفته علی امته و وصیّه علیهم وولیّه
الذی کان منه بمنزلة هارون من موسیٰ۔

المفروض الطاعة بقول الله عزوجل:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ
اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔

وقال عزوجل:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رَاکِعُوْنَ۔

اَلْمَدْعُوُّ اِلَیْهِ بِالْوِلَایَةِ الْمُثْبَتُ لَهٗ بِالْاِمَامَةِ یوم غدیر خم
بِقَوْلِ الرَّسُوْلِ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ:

اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ؟

قَالُوْا: بَلٰی۔

قَالَ: فَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ۔ اَللّٰهُمَّ وَالِ
مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ، وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهٗ، وَاخْذُلْ
مَنْ خَذَلَهٗ، وَاَعِزَّ مَنْ اَطَاعَهٗ۔

ذٰلِکَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اَمِیْرُ الْمُوْمِنِیْنَ وَقَائِدُ
الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ وَاَفْضَلُ الْوَصِیِّیْنَ، وَخَیْرُ الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ
بَعْدَ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

وَبَعْدَهُ الْحَسَنُ ثُمَّ الْحُسَیْنُ سِبْطَا رَسُوْلِ اللهِ، اِبْنَا

خَیْرِ النِّسْوَانِ۔

ثُمَّ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ — ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ —
ثُمَّ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ — ثُمَّ مُوْسٰی بْنُ جَعْفَرٍ —
ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ — ثُمَّ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ —
ثُمَّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ — صَلَوَاتُ اللهِ عَلَیْهِمْ

وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ

اِنَّهُمْ عِتْرَةُ الرَّسُوْلِ، مَعْرُوْفُوْنَ بالوصیة والامامةِ
فِیْ کُلِّ عَصْرٍ وَزَمَانٍ وَکُلِّ وَقْتٍ وَاَوَانٍ۔

وَاِنَّهُمُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰی وَالْاَئِمَّةُ الْهُدٰی، وَالْحُجَّةُ
عَلٰی اَهْلِ الدُّنْیَا، اِلٰی اَنْ یَرِثَ اللهُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا،
وَاَنَّ کُلَّ مَنْ خَالَفَهُمْ ضَالٌّ مُضِلٌّ، تَارِکٌ لِلْحَقِّ وَالْهُدٰی۔
وَهُمُ الْمُعَبِّرُوْنَ عَنِ الْقُرْآنِ وَالنَّاطِقُوْنَ عَنِ الرَّسُوْلِ
بِالْبَیَانِ۔

وَاَنَّ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْهُمْ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً۔
وَاَنَّ مِنْ دِیْنِهِمُ الْوَرَعَ وَالْعِفَّةَ وَالصِّدْقَ وَالصَّلَاحَ وَ
الْاِجْتِهَادَ وَاَدَاءَ الْاَمَانَةِ اِلَی الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ وَطُوْلَ السُّجُوْدِ
وَقِیَامَ اللَّیْلِ وَاجْتِنَابَ الْمَحَارِمِ وَانْتِظَارَ الْفَرَجِ بِالصَّبْرِ
وَحُسْنَ الصُّحْبَةِ وَحُسْنَ الْجَوَابِ

ثُمَّ قَالَ تَمِیْمُ بْنُ بُهْلُوْلٍ:

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ
فِی الْاِمَامَةِ بِمِثْلِهٖ۔ (حجۃ الخصام ص ۳۰، ۳۱)

(عبداللہ بن ابو ہذیل نے بیان کیا ہے کہ،

میں نے اُن سے امامت کے بارے میں دریافت کیا، نیز یہ کہ اس منصب کے ورثہ دار کون ہیں اور جس کی امامت (بندوں پر) فرض ہے، اُس کی نشانیاں کیا ہیں؟

فرمایا کہ :۔ امامت کی نشانی، مومنین کے لیے حجّتِ خدا، امرِ مسلمین کے نگہبان، قرآن کے شارح اور احکام (شریعت) قائم کرنے والے حضورِ اکرمؐ کے (چچازاد) بھائی، اُن کی اُمت کے لیے اُن کے جانشین، اُنکے وصی (برحق) اور ولی (امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام) ہیں جن کو آنحضرتؐ سے وہی نسبت تھی جو جناب ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی اور جن کی اطاعت فرض ہے، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے :

"اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو، اللہ، رسولؐ اور اپنے صاحبانِ اَمر کی اطاعت کرو۔"

نیز یہ بھی ارشادِ قدرت ہے :

"بیشک تمہارے ولی (وسرپرست) : اللہ، اُس کے رسولؐ اور وہ ایمان لانے والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔"

اُن کی ولایت کی طرف (لوگوں کو) دعوت دی گئی، اور اُن کی امامت ثابت ہے۔

غدیرِ خُم کے دن (۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع سے واپسی پر) خداوندِ عالم کے حکم سے حضرت رسولِ خدا نے (لوگوں سے) ارشاد فرمایا کہ :

"کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا؟

سب نے کہا : بیشک !۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ :

"جس کا میں مولا ہوں، اس کے علیؑ مولا ہیں۔

اے پالنے والے، جو علی سے محبت رکھے تُو اسے دوست رکھنا، اور جو اُن سے دشمنی کرے اُسے اپنا دشمن قرار دینا۔

جو اُن کی مدد کرے اُس کی مدد کرنا، جو اُن کا ساتھ چھوڑے تو اُسے راندۂ درگاہ قرار دینا۔ اور اُن کی اطاعت کرنے والوں کو معزز بنانا۔

یہ (حضرت) علیؑ بن ابی طالبؑ تھے۔

مومنین کے امیر۔

روشن پیشانی والوں کے قائد۔

تمام اوصیاء سے افضل۔

اور حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مخلوقات سے بہتر واشرف۔

اُن کے بعد اُن کے فرزند حسنؑ، پھر حسینؑ، جو پیغمبرِ اکرمؐ کے نواسے اور خواتینِ عالم کی سیّدہ وسردار (حضرت فاطمہ زہرؑا) کے نورِ نظر ہیں۔

اُن کے بعد علیؑ بن الحسینؑ (زین العابدینؑ)

پھر اُن کے بیٹے محمّد (باقرؑ)

پھر اُن کے بیٹے جعفر (صادقؑ)

پھر اُن کے فرزند موسیٰ (کاظمؑ)

پھر اُن کے نورِ نظر علی (رضاؑ)

پھر اُن کے بیٹے محمّد (تقیؑ)

پھر اُن کے فرزند علی (النقی)
پھر اُن کے نورِ نظر حسن (عسکری)
اور اُن کے بعد اُن کے بیٹے (حجّت خدا، قائم آلِ محمد حضرت محمد (مہدی آخرالزماں)'

ان سب لوگوں پر خداوندِ عالم کا درود و سلام یکے بعد دیگرے۔

یہ سب اولادِ رسولؐ ہیں، جن کے بارے میں (حضور اکرمؐ کی) وصیت (اور جن کی) امامت ہر دَور اور ہر زمانہ، ہر وقت اور ہر آن معروف ہے۔

یہی (اللہ تعالیٰ کی) مضبوط رسّی ہیں۔

یہی ہدایت (کی طرف رہنمائی کرنے والے حق) کے پیشوا ہیں۔

دنیا والوں کے لئے یہی (حجّت خدا) ہیں۔

یہاں تک کہ خداوندِ عالم زمین اور اُس پر رہنے والوں (پر اپنے اختیارات نافذ کردے)

ہر وہ شخص جو ان کی مخالفت کرے وہ خود گمراہ، اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا، اور حق و ہدایت کو ترک کرنے والا ہے۔

یہی لوگ قرآن (کے حقائق) کو بیان کرنے والے اور رسولِ اکرمؐ کے بیان (کی تشریح) کرنے والے ہیں۔

جو شخص ان کی معرفت کے بغیر دنیا سے گذر جائے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

زہد و ورع، عفت و پاکیزگی، صداقت و راست گفتاری، صلاح و اجتہاد نیک و بد تک امانتوں کا پہونچانا، طولانی سجدے،

راتوں کی عبادت، محارم سے اجتناب، صبر و شکیبائی کے ساتھ صبحِ امید کا انتظار، حسنِ ہمنشینی اور حسنِ جواب۔ سب ان ہی ذواتِ مقدسہ سے وابستہ ہے۔

تمیم بن بہلول کہتے ہیں کہ:

ابو معاویہ کی روایت ہے کہ اعمش نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے امامت کے بارے میں ایسی ہی روایت نقل کی ہے)

غایۃ المرام فی حجۃ الخصام۔ صفحہ ۳۱۰۳

عباس بن ابی عمر نے صدقہ بن ابی موسیٰ سے روایت کی ہے، اور انہوں نے ابو نصرہ سے نقل کیا ہے کہ:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر بن عبداللہ سے فرمایا کہ:

یَا جَابِرُ حَدِّثْنَا بِمَا عَایَنْتَ مِنَ الصَّحِیفَة

(اے جابرؓ، جو کچھ صحیفے میں آپ نے دیکھا ہے، بیان فرمائیے)!

یہ سُن کر جناب جابرؓ نے کہا:

"اے فرزندِ رسولؐ (یہ اُس وقت کی بات ہے جب آپؑ کے جد حضرت امام حسینؑ دنیا میں تشریف لائے تھے اور) میں شہزادیٔ کونین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو اُن کے نورِ نظر کی ولادتِ باسعادت کی مبارک باد پیش کرنے کے لئے اُن کے درِ دولت پر حاضر ہوا تھا۔

شہزادی کے پاس ایسا صاف شفاف صحیفہ تھا جیسے وہ سفید موتی کا ہو۔

میں نے شہزادیٔ کونین سے پوچھا تھا کہ:

"آپ کے پاس یہ کیسا صحیفہ نظر آرہا ہے ؟
آپ نے فرمایا کہ :
فِيهَا اَسْمَاءُ الْوُلَاةِ مِنْ بَعْدِي۔
(اس میں اُن اولیا کا ذکر ہے جو میرے بعد (قوم کے) رہنما ہوں گے)
میں نے عرض کیا کہ مجھے مرحمت فرمایئے، میں بھی دیکھوں۔
آپ نے فرمایا کہ (تمہیں دے نہیں سکتی، البتہ دیکھنے کی اجازت ہے ـ)
جابرؓ کا بیان ہے کہ: اس کے بعد میں نے اُس تحریر کو پڑھنا شروع کیا (جس میں حضور اکرمؐ اور اُن کے برحق جانشینوں کے نام اس طرح لکھے ہوئے تھے) :
اَبُوالْقَاسِمِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ الْمُصْطَفٰى، وَاُمُّهُ آمِنَة۔
اَبُوالْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ، الْمُرْتَضٰى اُمُّهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَسَدِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ ـ
اَبُومُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ
وَاَبُوعَبْدِاللهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ التَّقِيُّ، اُمُّهُمَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ـ
اَبُومُحَمَّدٍ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الْعَدْلُ، اُمُّهُ شَاهْ بَانُو بِنْتُ يَزْدَجَرْدَ بْنِ شَاهَنْشَاه۔
اَبُوجَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْبَاقِرُ، اُمُّهُ اُمُّ عَبْدِاللهِ (فَاطِمَة) بِنْتُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ ـ

اَبُوعَبْدِاللهِ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّادِقُ اُمُّهُ اُمُّ فَرْوَة بِنْتُ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ۔
اَبُوابْرَاهِيمَ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ الثِّقَةُ، اُمُّهُ جَارِيَةٌ اسْمُهَا حَمِيدَة ـ
اَبُوالْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا، اُمُّهُ جَارِيَةٌ اسْمُهَا: نَجْمَة ـ
اَبُوجَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الزَّكِيُّ، اُمُّهُ جَارِيَةٌ اسْمُهَا: خَيْزُرَان ـ
اَبُوالْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَمِيْنُ، اُمُّهُ جَارِيَةٌ، اِسْمُهَا: سَوْسَن ـ
اَبُومُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الرَّفِيقُ، اُمُّهُ جَارِيَةٌ، اِسْمُهَا: سَمَانَة ـ
اَبُوالْقَاسِمِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، هُوَ حُجَّةُ اللهِ الْقَائِمُ اُمُّهُ جَارِيَةٌ اِسْمُهَا نَرْجِس ـ
صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ

(ابوالقاسم (حضرت) محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جن کا لقب) مصطفےٰ ہے، اُن کی مادرِ گرامی (کا نام جناب) آمنہ ہے۔
ابوالحسن (حضرت امیرالمومنین) علی بن ابی طالب (جن کا لقب) مرتضیٰ (ہے) اُن کی والدہ (جناب) فاطمہ بنتِ اسد ہیں (اور جناب اسد) ہاشم بن عبد مناف (کے بیٹے تھے)

(ان کے بعد) ابو محمد (حضرت امام) حسن بن علی (علیہ السلام)

ابو عبداللہ (حضرت امام) حسین علیہ السلام

ان دونوں حضرات کی مادرِ گرامی حضرت فاطمہ بنتِ رسول خداؐ ہیں۔

ابو محمد (سید الساجدین حضرت امام زین العابدین) علی بن الحسین علیہ السلام
جن کی والدہ جناب (شہر بانو) شاہ بانو بنت یزدجرد ... ہیں۔

ابو جعفر (حضرت امام) محمد باقر علیہ السلام (جو امام زین العابدین)
علی بن الحسینؑ کے فرزند ہیں اُن کی مادرِ گرامی، اُمِ عبداللہ (فاطمہ)
ہیں (جو امام حسنؑ کی دخترِ نیک اختر ہیں۔

(ابو عبداللہ (حضرت امام) جعفر صادق (علیہ السلام جن کے والد امام
محمد باقرؑ اور جن کی والدہ، محمد بن ابی بکر کی پوتی، جناب اُمِ فروہ بنت قاسم
ہیں۔

ابو ابراہیم (حضرت امام) موسیٰ کاظم علیہ السلام، جن کے والد (حضرت
امام) جعفر صادقؑ، اور جن کی ماں اُم ولد تھیں، جن کا نام حمیدہ ہے۔

ابو الحسن (حضرت امام) علی رضا علیہ السلام جن کے والد حضرت امام
موسیٰ کاظمؑ، اور جن کی والدہ اُم ولد ہیں، جن کا نام خیزران ہے۔

ابو الحسن (حضرت امام) علی نقی علیہ السلام (جن کے والد حضرت امام
(محمد تقی) اور جن کی والدہ اُم ولد ہیں، جن کا نام "سوسن" ہے۔

ابو محمد (حضرت امام) حسن عسکری علیہ السلام، جن کے والد حضرت
امام علی نقیؑ اور جن کی والدہ اُم ولد ہیں جن کا نام "سمانہ" ہے۔

ابو القاسم (حضرت امام مہدی) محمد بن الحسن علیہ السلام جو حجتِ خدا
قائم (آلِ محمدؐ) ہیں، جن کے والد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

اور جن کی والدہ اُم ولد جناب نرجس خاتون ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے: غایت المرام صفحہ (۲۰)



اس مقدس فرمانِ پیغمبر میں تمام ائمہ طاہرین کے اسمائے گرامی، اُن کے
والد ماجد اور مادرِ گرامی کے نام بھی مذکور ہیں تاکہ کسی قسم کے شک و شبہ
کی گنجائش ہی باقی نہ رہے، بلکہ جس نے بھی حضورِ اکرمؐ کی وہ مشہور حدیث
سنی ہو کہ: "الائمۃ من قریش"
-اور خلفائی اثنا عشر (میرے ۱۲ جانشین ہوں گے) اُن کے لئے ان
ہادیانِ برحق ائمہ طاہرینؑ اور حضورِ اکرمؐ کے جانشینوں کی معرفت آسان ہو جائے۔



اس سلسلہ میں وہ حدیث بھی قابلِ توجہ ہے جسے عبداللہ حسن نے اپنے
پدرِ بزرگوار سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

ایک دن حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خطبہ کے دوران
حمد و ثنائے پروردگار کے بعد فرمایا:

مَعَاشِرَ النَّاسِ! — كَأَنِّي أُدْعَى فَأُجِيبُ، وَإِنِّي تَارِكٌ
فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي
مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا
فَتَعَلَّمُوا مِنْهُمْ وَلَا تُعَلِّمُوهُمْ، فَإِنَّهُمْ أَعْلَمُ مِنْكُمْ
لَا تَخْلُوا الْأَرْضُ مِنْهُمْ، وَلَوْ خَلَتْ لَانْسَاخَتْ بِأَهْلِهَا۔

• (اے لوگو — عنقریب مجھے (پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں حاضری
کے لئے) بلایا جائے گا اور میں (اُس کی دعوت) پر لبیک کہوں گا۔

اور میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا، خدا کی کتاب (قرآن مجید) اور میری عترت' میرے اہلبیتؑ۔ جب تک تم لوگ اِن دونوں سے وابستہ رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

(یاد رکھو) میرے اہلبیتؑ سے) علم حاصل (کرنے کی کوشش) کرنا' اُنھیں تعلیم (دینے کی کوشش) نہ کرنا، کیونکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

زمین اُن کے وجود سے خالی نہیں رہ سکتی، اور اگر خالی ہو جائے تو باشندوں سمیت ڈوب جائے گی۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّ الْعِلْمَ لَا یَبِیْدُ وَلَا یَنْقَطِعُ، وَ اِنَّكَ لَا تُخْلِی الْاَرْضَ مِنْ حُجَّةٍ لَكَ عَلٰی خَلْقِكَ ظَاهِرٍ لَيْسَ بِالْمُطَاعِ اَوْ خَائِفٍ مَغْمُوْرٍ كَيْلَا تَبْطُلَ حُجَّتُكَ وَلَا تَضِلَّ اَوْلِيَاؤُكَ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَهُمْ۔

اُولٰئِكَ الْاَقَلُّوْنَ عَدَدًا الْاَعْظَمُوْنَ قَدْرًا عِنْدَ اللّٰهِ

(خداوندا ——— میں جانتا ہوں کہ علم نہ ختم ہوگا نہ اس کا سلسلہ رُکے گا، اور تو زمین کو (کسی وقت بھی ایسی ذات سے) خالی نہیں چھوڑے گا جو تیری طرف سے مخلوقات پر حجت ہوں۔

چاہے ظاہر بظاہر (اس طرح موجود ہوں کہ زمامِ اختیار اُن کے ہاتھ میں نہ ہو اور) اُن کی بات نہ مانی جا رہی ہو، یا (زمانہ کے) خوف سے پردۂ غیب میں ہوں، تاکہ تیری نشانی کالعدم نہ ہو اور ہدایت پا کے بعد تیرے چاہنے والے بھٹکنے نہ پائیں۔

بیشک یہ لوگ تعداد میں کم ہوں گے لیکن خداوندِ عالم کی بارگاہ میں بڑی قدر (و منزلت) کے مالک ہوں گے)

پھر جب حضورِ اکرمؐ منبر سے اُترے، تو میں نے عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَمَا اَنْتَ الْحُجَّةُ عَلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

قَالَ: يَا حَسَنُ، اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ:

"اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ"

فَاَنَا الْمُنْذِرُ وَعَلِيٌّ الْهَادِيْ

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَوْلُكَ: اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَخْلُوْ مِنْ حُجَّةٍ۔

قَالَ: نَعَمْ

عَلِيٌّ هُوَ الْاِمَامُ وَالْحُجَّةُ بَعْدِيْ۔

وَاَنْتَ الْاِمَامُ وَالْحُجَّةُ بَعْدَهٗ۔

وَالْحُسَيْنُ الْاِمَامُ وَالْحُجَّةُ وَالْخَلِيْفَةُ مِنْ بَعْدِكَ وَلَقَدْ نَبَّاَنِيَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اَنْ يَخْرُجَ مِنْ صُلْبِ الْحُسَيْنِ وَلَدٌ يُقَالُ لَهٗ عَلِيٌّ سَمِيُّ جَدِّهٖ، فَاِذَا مَضَى الْحُسَيْنُ قَامَ بَعْدَهٗ عَلِيٌّ ابْنُهٗ وَهُوَ الْاِمَامُ الْحُجَّةُ بَعْدَ اَبِيْهِ۔

وَيُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْ صُلْبِ عَلِيٍّ وَلَدًا سَمِيِّيْ وَاَشْبَهَ النَّاسِ بِيْ عِلْمُهٗ وَحُكْمُهٗ حُكْمِيْ وَهُوَ الْاِمَامُ وَالْحُجَّةُ بَعْدَ اَبِيْهِ

وَيُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْ صُلْبِ مُحَمَّدٍ مَوْلُوْدًا يُقَالُ لَهٗ جَعْفَرٌ اَصْدَقُ النَّاسِ قَوْلًا وَفِعْلًا وَهُوَ الْاِمَامُ وَالْحُجَّةُ بَعْدَ اَبِيْهِ

وَيُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْ صُلْبِ جَعْفَرٍ مَوْلُوْدًا يُقَالُ لَهٗ مُوْسٰى،

سَمِيَّ مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ، اَشَدُّ النَّاسِ تَعَبُّدًا، فَهُوَ الْاِمَامُ وَالْحُجَّةُ بَعْدَ اَبِيهِ۔

وَيُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْ صُلْبِ مُوسٰى مَوْلُودًا يُقَالُ لَهُ عَلِيٌّ، مَعْدِنُ عِلْمِ اللّٰهِ وَمَوْضِعُ حُكْمِهِ وَهُوَ الْاِمَامُ وَالْحُجَّةُ بَعْدَ اَبِيهِ۔

وَيُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْ صُلْبِ مُوسٰى مَوْلُودًا يُقَالُ لَهُ عَلِيٌّ، مَعْدِنُ عِلْمِ اللّٰهِ وَمَوْضِعُ حُكْمِهِ وَهُوَ الْاِمَامُ وَالْحُجَّةُ بَعْدَ اَبِيهِ۔

وَيُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْ صُلْبِ مُحَمَّدٍ وَلَدًا يُقَالُ لَهُ عَلِيٌّ فَهُوَ الْاِمَامُ وَالْحُجَّةُ بَعْدَ اَبِيهِ۔

وَيُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْ صُلْبِ عَلِيٍّ مَوْلُودًا يُقَالُ لَهُ الْحَسَنُ فَهُوَ الْاِمَامُ وَالْحُجَّةُ بَعْدَ اَبِيهِ۔

وَيُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْ صُلْبِ الْحَسَنِ الْحُجَّةَ الْقَائِمَ اِمَامَ شِيعَتِهِ وَمُنْقِذَ اَوْلِيَائِهِ، يَغِيبُ حَتّٰى لَا يُرٰى، يَرْجِعُ عَنْ اَمْرِهِ قَوْمٌ، وَيَثْبُتُ عَلَيْهِ الْآخَرُونَ، وَيَقُولُونَ:

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ وَاحِدٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَخْرُجَ قَائِمُنَا، فَيَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا۔

فَلَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْكُمْ اَعْطَاكُمُ اللّٰهُ عِلْمِي وَفَهْمِي، وَلَقَدْ دَعَوْتُ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنْ يَجْعَلَ الْعِلْمَ وَالْفِقْهَ

فِي عَقِبِي، وَعَقِبِ عَقِبِي، وَفِي زَرْعِي وَزَرْعِ زَرْعِي۔

(اے خدا کے رسول، کیا آپ ہی تمام مخلوقات کے لئے حجت خدا نہیں ہیں۔؟

فرمایا:

"اے نورِ نظر، اے حسنؑ —— خداوند عالم کا ارشاد ہے:

انما انت منذر ولکل قوم ھاد

(بیشک آپ پیغام پہونچانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے ہادی ہے)

تو میں پیغام پہونچانے والا اور (میرے بعد) علیؑ (قوم کے) ہادی ہیں۔

میں نے عرض کیا:

"اے خدا کے رسولؐ، آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ،

"یقیناً زمین کبھی حجت (خدا) سے خالی نہیں رہے گی؟

فرمایا کہ: ہاں۔

میرے بعد علیؑ، امام اور حجت (خدا) ہوں گے۔

اُن کے بعد تم، امام اور حجت خدا اور (میرے) جانشین ہوں گے۔

اور تمہارے بعد حسینؑ، امام، حجت خدا اور (میرے) جانشین ہونگے۔

اور خداوند لطیف و خبیر نے مجھے اطلاع دی ہے کہ:

حسینؑ کے فرزند علی (زین العابدینؑ) جو اپنے دادا کے ہمنام ہونگے

حسینؑ کے بعد وہی امام اور حجت خدا ہوں گے۔

اور خداوند عالم (علی بن الحسینؑ زین العابدین) کو ایک فرزند عطا کرے گا، جو میرے ہمنام بھی ہوں گے، اور تمام لوگوں سے زیادہ

مجھ سے مشابہ بھی۔ ان کا علم (درحقیقت) میرا علم، اور ان کا حکم میرا فرمان ہوگا، وہی اپنے باپ کے بعد امام اور حجّتِ (خدا) ہونگے۔

اور محمد (باقرؑ) کو خداوندِ عالم ایک فرزند عطا کرے گا جن کا نام "جعفر" ہوگا اور قول و فعل میں، وہ تمام لوگوں سے زیادہ راست گفتار ہوں گے، اپنے والد کے بعد وہی امام اور حجت (خدا) ہوں گے۔

اور جعفر (صادقؑ) کو خداوندِ عالم ایک فرزند عطا کرے گا جن کا نام اللہ کے نبی حضرت موسیٰؑ کے نام پر موسیٰ (اور لقب کاظم) ہوگا، تمام لوگوں سے زیادہ (انہماک کے ساتھ) عبادت کرنے والے ہوں گے، اپنے والد کے بعد، وہی امام اور حجت (خدا) ہوں گے۔

اور موسیٰ (کاظمؑ) کو خداوندِ عالم ایک فرزند عطا کرے گا جن کا نام علی (رضاؑ) ہوگا، جو علمِ خدا کے خزینہ دار اور اُس کے فرمان کا مستقر ہونگے، اپنے والد کے بعد وہی امام اور حجت (خدا) ہوں گے۔

علی (رضاؑ) کو خداوند عالم ایک فرزند عطا کرے گا جن کا نام محمد (تقیؑ) ہوگا، وہ اپنے والد کے بعد، امام اور حجت (خدا) ہوں گے۔

محمد تقیؑ کو خداوند عالم ایک فرزند عطا کرے گا جن کا نام علی (نقیؑ) ہوگا، وہ اپنے والد کے بعد، امام اور حجتِ خدا ہوں گے۔

علی (نقیؑ) کو خداوندِ عالم ایک فرزند عطا کرے گا، جن کا نام حسن (عسکریؑ) ہوگا اپنے والد کے بعد وہی امامؑ اور حجتِ (خدا) ہوں گے۔

حسن عسکریؑ کو خداوندِ عالم ایک فرزند عطا کرے گا،

جو حجتِ (خدا) قائمؑ (آلِ محمدؐ) شیعوں کے امام، اور اپنے چاہنے والوں کے قائد ہوں گے، وہ غیبت میں چلے جائیں گے تو کوئی انھیں نہیں دیکھ سکے گا۔

اس (عہدِ غیبت میں) کچھ لوگ منحرف ہو جائیں گے، اور کچھ لوگ باقی رہیں گے، اور دریافت کریں گے کہ:

"یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر آپ لوگ سچے ہیں۔

اور اگر دنیا (کی زندگی) میں سے صرف ایک دن باقی رہ جائے، تو خداوندِ عالم اُس دن کو (انتہائی) طولانی بنا دے گا۔

تاکہ ہمارے (جانشین) قائم (آلِ محمدؐ) ظہور فرمائیں، پھر وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

(اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے نواسے حضرت امام حسنؑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

زمین تم لوگوں کے وجود سے خالی نہیں رہ سکتی۔

خداوندِ عالم تم لوگوں کو میرا علم و بصیرت عطا کرے گا۔

میں نے خداوندِ عالم سے دعا کی تھی کہ:

میرے علم و بصیرت کو، میری اولاد، اور اولاد کی اولاد میں باقی رکھے۔)

غایۃ المرام ح۱۲ الخصال



غیروں کا اعتراف

حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ جن لوگوں نے اُن کے منصبِ امامت کو قبول نہیں کیا۔ وہ بھی اُن کے کمالات اور اُنکی عظمت وجلالت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔

جس طرح سے کہ، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں تاریخ نے گواہی دی ہے کہ مکہ مکرمہ کے کفار ومشرکین جو آنحضرتؐ کا کلمہ نہیں پڑھتے تھے، انھیں ہادیٔ برحق تسلیم نہیں کرتے تھے، اُن کو اللہ کا بھیجا ہوا رسول نہیں مانتے تھے وہ بھی آپؐ کو صادق وامین مانتے تھے۔

گویا رسالتؐ کا کلمہ نہ پڑھنے کے باوجود آپؐ کی امانت کا کلمہ پڑھتے تھے۔

(۱)

امامِ پنجم حضرت محمد باقر علیہ السلام کی عظمت وجلالت کے بارے میں تاریخ شاہد ہے کہ وہ لوگ جو آپؑ کو امامِ برحق نہیں مانتے تھے، وہ بھی آپ کی جلالتِ قدر کے آگے تسلیم خم کرتے تھے۔

چنانچہ منقول ہے کہ:

محمد بن منکدر کہا کرتے تھے کہ میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ کوئی شخص حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے فضائل ومناقب میں اُن کا جانشین بنے گا، اور اُن ہی جیسے کمالات کا مالک ہوگا، یہاں تک کہ میں نے اُن کے فرزند محمد بن علیؑ (امام محمد باقرؑ) کو دیکھا (جو تمام فضائل ومناقب میں اپنے باپ کے مکمل

جانشین تھے)

میں نے اُنھیں نصیحت کرنا چاہی تھی، مگر انہوں نے میری نصیحت کردی۔

اُس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ: واقعہ کیا ہے۔؟

ابنِ منکدر نے کہا کہ: ایک روز گرمی بہت شدید تھی، میں مدینہ منورہ کے اطراف میں جارہا تھا، میں نے دیکھا کہ حضرت امام محمد باقرؑ اپنے دو غلاموں کے ساتھ اپنی زراعت کی طرف جارہے تھے۔

انھیں دیکھ کر میرے دل میں خیال گذرا کہ:

قریش کے اتنے بلند مرتبہ شخص اس شدید گرمی کی حالت میں، دنیاوی کاموں کے لئے نکلے ہیں، مجھے اُن کو نصیحت کرنی چاہیئے۔

چنانچہ میں اُن کی خدمت میں پہنچا، انھیں سلام کیا، انہوں نے جوابِ سلام دیا۔

میں نے عرض کیا۔

(اے فرزندِ رسولؐ) آپؑ قریش کے بلند مرتبہ شخص ہیں، اس شدید گرمی میں آپ اس طرح سے دُنیاوی کاموں کے لئے نکلے ہیں؟

اگر اس حالت میں فرشتۂ موت آجائے۔؟!

یہ سن کر امامؑ نے فرمایا:

"خدا کی قسم۔ اگر اس حالت میں فرشتۂ موت آئے تو دیکھے گا کہ میں خداوندِ عالم کے فرمان کی اطاعت کرتے ہوئے رزقِ حلال کے حصول کے لئے نکلا ہوں، تاکہ میں تم (جیسے شخص) اور دوسرے انسانوں سے بے نیاز رہوں۔ البتہ ڈرنا اُس وقت چاہیئے جب (انسان) خداوندِ عالم کی کسی نافرمانی میں مصروف (ہو) اور موت آجائے۔

(امامؑ کا جواب سن کر میں شرمندہ ہوا) اور عرض کی:

"اے فرزندِ رسولؐ) میں نے نصیحت کرنا چاہی تھی، لیکن حق یہ ہے کہ آپؑ نے میری نصیحت فرمادی۔

(ملاحظہ فرمایئے "الارشاد" صفحہ ۲۸۰)

⁂

"بے معرفت صوفی" کو یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ "ہادیانِ برحق" بنی نوعِ انسان کی ہدایت ونصیحت کے لئے دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔

انہیں نصیحت کرنے کی کوشش کرنا نہایت گستاخی وبے ادبی ہے۔

"ابن منکدر" اگر دین سے باخبر انسان تھے، تو کیا انہوں نے سرکارِ ختمی مرتبتؐ احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وہ فرمان نہیں سُنا تھا، جو آنحضرتؐ نے اپنے اہلبیتِ کرامؑ کے بارے میں صادر فرمایا تھا کہ:

فَتَعَلَّمُوا مِنْهُمْ وَلَا تُعَلِّمُوهُمْ، فَإِنَّهُمْ اَعْلَمُ مِنْكُمْ

(تم لوگ ان سے علم حاصل کرنا، انھیں علم سکھانے (کی کوشش) نہ کرنا، کیونکہ وہ لوگ تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس واضح ارشادِ گرامی کے باوجود (خاندانِ رسالت کے چشم وچراغ) حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام کے بارے میں ابنِ منکدر کا یہ کہنا کہ:

"میں نے ان کو نصیحت کرنا چاہی تھی، مگر انہوں نے میری نصیحت کردی۔"

اس بات کی واضح علامت ہے کہ:

ابنِ منکدر کو اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام کے علمی مرتبے اور اُن کے کمالات کی معرفت نہیں تھی۔

اور انھیں سرکارِ رسالت مآبؐ کی اُس نصیحت کا بھی کوئی پاس ولحاظ نہ تھا جس میں

حضورِ اکرمؐ نے واضح طور سے ہدایت فرمائی تھی:

میرے اہلبیتؑ کو کچھ سکھانے کی (کوشش) نہ کرنا، کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں

⁂

حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام کی جلالتِ شان کے بارے میں ایک اور روایت ملاحظہ فرمایئے:

ابنِ علقمی سے منقول ہے... راوی کہتا ہے کہ:

"میں مکّہ ومدینے کے درمیان سفر کررہا تھا کہ مجھے دُور سے کوئی نظر آیا (مگر چونکہ میرے اور اس شخص کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا اس لئے) کبھی وہ مجھے نظر آتا، اور کبھی نظروں سے مخفی ہوجاتا تھا۔

پھر وہ میرے قریب پہونچا تو میں نے دیکھا کہ ایک نونہال ہے جس کی عمر ۷یا۸ سال ہوگی۔ جب وہ نزدیک آیا تو مجھے سلام کیا۔

میں نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کہ: کہاں سے آرہے ہو۔؟

کہا:۔ مِنَ اللہِ (اللہ کا بھیجا ہوا)

پوچھا: "کہاں کا ارادہ ہے۔؟

کہا:۔ اِلَی اللہِ (اللہ کی طرف)

پوچھا: "کہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔؟"

کہا:۔ عَلَی اللہِ (اللہ ہی کے پاس۔)

پوچھا: "زادِ سفر کیا ہے؟

کہا:۔ تقویٰ (پرہیزگاری)۔

پوچھا:۔ "کس علاقے سے تعلق ہے؟

کہا: "عرب سے تعلق ہے۔"
پوچھا: "مزید وضاحت کیجئے۔"
کہا: "قریش کے خاندان سے ہوں۔"
پوچھا: "مزید وضاحت کیجئے۔"
کہا: "میں بنی ہاشم سے ہوں۔"
پوچھا: "کچھ اور واضح کیجئے۔"
کہا: "اَنَا رَجُلٌ عَلَوِیٌّ (حضرت علیؑ کی اولاد میں سے ہوں) اس کے بعد انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

نَحْنُ عَلَی الْحَوْضِ ذُوَّادُہٗ — نَذُوْدُ وَیَسْعَدُ وُرَّادُہٗ
فَمَا فَازَ مَنْ فَازَ اِلَّا بِنَا — وَمَا خَابَ مَنْ حُبُّنَا زَادُہٗ
فَمَنْ سَرَّنَا نَالَ مِنَّا السُّرُوْرَ — وَمَنْ سَاءَنَا سَاءَ مِیْلَادُہٗ
وَمَنْ کَانَ غَاصِبَنَا حَقَّنَا — فَیَوْمُ الْقِیَامَةِ مِیْعَادُہٗ

(ہم لوگ حوضِ کوثر پر (نااہل لوگوں کو آنے سے) روکنے والے ہیں جنہیں ہم روکیں گے، اور جن لوگوں کو (ہم نہ روکیں بلکہ آنے کی اجازت دیں، تو ایسے) وارد ہونے والے سعادت مند ہونگے۔

جو شخص بھی (وہاں) فائز المرام ہوگا وہ ہماری ہی وجہ سے فوز و کامیابی حاصل کرے گا، اور (یاد رکھو) کہ جس کا زادِ راہ ہماری محبت ہو وہ کبھی نامراد نہیں ہو سکتا۔

جو ہمیں خوش کرے گا اُسے ہماری طرف سے مسرت ملے گی، اور ہمیں صرف وہی اذیت پہنچائے گا جو پیدائشی طور سے بُرا ہو۔ اور جن (لوگوں) نے ہمارے حق کو غصب کیا ہے، قیامت کا دن (اُن سے

حساب کتاب کے لئے) وعدہ گاہ ہے)

پھر فرمایا کہ:
اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ
(میں حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کے فرزند (امام) حسینؑ کے بیٹے علی (زین العابدینؑ) کا بیٹا ہوں محمد (باقر) میرا نام ہے)
یہ فرما کر آگے بڑھ گئے، پھر میں نے ہر طرف دیکھا، کہیں نظر نہ آئے۔

(بحار جلد ۴۶ صفحہ ۲۷، ۲۷)

(۲)

اس روایت کو حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی حنفی نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:
وَفِیْ جَوَاهِرِ الْعِقْدَیْنِ لِلْعَلَّامَةِ عَالِمِ مِصْرَ وَالْحِجَازِ الشَّرِیْفِ السَّمْهُوْدِیْ رَحِمَهُ اللّٰهُ:
اِنَّ رَجُلًا قَالَ: کُنْتُ بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ... (الخ)
(اس کے بعد اوپر والی پوری روایت بیان کی ہے)

(ملاحظہ فرمائیے:
ینابیع المودۃ، صفحہ ۲۵)

مذکورہ بالا روایت میں، حضرت امام محمد باقرؑ نے اپنے اشعار میں جو مطالب

بیان کئے ہیں اُن میں درحقیقت اس بنیادی صداقت کا اعلان ہے کہ :

"اہلبیتِ کرام ؑ کی محبت وہ سرمایۂ ایمان ہے جس کے بغیر کوئی شخص نجات کا حقدار نہیں بن سکتا، جیسا کہ مسلمانوں کے بلند مرتبہ فقیہ اور مذہبی رہنما، امام شافعیؒ نے نے کہا ہے کہ :

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ
فَرْضٌ مِنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهُ

(اے اہلبیت رسولؐ، آپ کی محبت، خداوندِ عالم کی طرف سے وہ (معین) فریضہ ہے جس کا ذکر اُس نے قرآن مجید میں نازل کیا ہے)

و

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے :

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

(اے پیغمبرؐ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تم لوگوں سے (تبلیغ دین کا) کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے اس کے کہ (میرے) قرابتداروں سے محبت (کرو) ملاحظہ فرمائیے سورۂ مبارکۂ الشوریٰ آیت نمبر ۲۳)

جس کے ذیل میں اربابِ تفسیر نے لکھا ہے کہ :

انصار اپنے ایک بہت بڑے جلسے میں اپنے مفاخر بیان کر رہے تھے، (اور لوگوں کے سامنے مباہات کر رہے تھے کہ :

"ہم نے یہ کیا، اور وہ کیا ۔ !

جب اُن کی باتیں حد سے تجاوز کر نے لگیں تو حضرت عباس ۔ یا ابن عباسؓ ۔[1]

[1] : راوی، جس نے اس واقعے کو بیان کیا ہے چونکہ کافی عرصے کے بعد بیان کر رہا تھا ؟ اسے یاد نہ رہا کہ اس موقع پر جناب ابن عباس نے یہ بات کہی تھی یا جناب عباس (عم پیغمبرؐ) نے کہی تھی بہرحال اسے یہ یقین تھا کہ یہ بات ان دونوں میں سے کسی ایک نے کہی تھی ۔

نے انصار کو مخاطب کر کے بے ساختہ کہا ۔

"تم لوگوں کی فضیلت اپنی جگہ ـــــ مگر تم کو ہم لوگوں پر ترجیح نہیں ہو سکتی ۔

(دیکھو کہ ہم رسول خداؐ کے قرابت دار، اور اُن کے اہلِ خاندان ہیں، ہم اُن سے اس طرح نزدیک ہیں، جس طرح انسان کا گوشت پوست، اور خون اُس سے نزدیک ہوتا ہے)

و

(انصار نے جب یہ بات سُنی تو بحث و مباحثہ کرنے لگے)

اس مناظرہ کی خبر جب حضرت رسول خداؐ کو پہنچی تو آپ خود اُن لوگوں کے مجمع میں تشریف لائے، اور فرمایا :

"اے گروہِ انصار ۔ (کیا ایسا نہیں ہے کہ) تم لوگ بے حیثیت تھے تو خداوند عالم نے ہماری بدولت تم لوگوں کو معزز کیا ۔ ؟

سب نے کہا : بیشک ایسا ہی ہے ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا : کیا تم لوگ گمراہ نہ تھے، پھر خداوندِ عالم نے میری وجہ سے تمہاری ہدایت فرمائی ؟

سب نے کہا : یقیناً ایسا ہی ہے ۔

(اس کے بعد آنحضرتؐ نے انصار کو اُس کوتاہی کی طرف توجہ دلائی جو ان سے فخر و مُباہات کے دوران سرزد ہوئی تھی)

آپؐ نے فرمایا :

"کیا تم لوگ (مہاجرین سے) یہ نہیں کہتے ہو کہ تمہاری قوم نے تم کو (وطن سے) نکال باہر کیا تھا، تو ہم نے پناہ دی ـــــ تمہاری قوم نے جھٹلایا تو ہم نے تصدیق

کی ــــ تمہاری قوم نے (تمہارا ساتھ چھوڑا)۔ تو ہم نے مدد کی۔"
غرض ــــ اسی قسم کی باتیں فرماتے جاتے تھے۔
یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے زانوؤں کے بل بیٹھے اور عاجزی کے ساتھ عرض کرنے لگے:
"ہمارے مال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے، وہ سب خدا اور رسولؐ کا ہے۔

(۵)

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ؛ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی کہ:
"اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں کی محبت کے سوا کوئی اُجر نہیں مانگتا)۔"
اِس کے بعد آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔
جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر جان دے، وہ شہید مرتا ہے۔
جو شخص آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ مغفور ہے۔
جو شخص آلِ محمدؐ کی الفت میں جان دے وہ تائب ہے
جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت (کی خاطر) جان دے وہ کامل الایمان ہے۔
جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت میں جان دے گا وہ جنت میں اس طرح (آراستہ کرکے) بھیجا جائے گا جس طرح دُلہن کو (سنوار کر، سجا کر) شوہر کے گھر بھیجا جاتا ہے۔
جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت میں جان قربان کرے، اس کی قبر کو، خداوندِ عالم فرشتوں کی زیارت گاہ بناتا ہے...
اُس کے بعد حضورِ اکرمؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ؛
"جو شخص آلِ محمدؐ کی دُشمنی پر مرا، قیامت میں اس کی پیشانی پر لکھا

ہوگا کہ یہ شخص خدا کی رحمت سے مایوس ہے۔
یاد رکھو! جو شخص آلِ محمدؐ کی عداوت پر مرے وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔
(اور اس طرح سے متعدد فقروں میں اُس کے انجامِ بد کا تذکرہ فرمایا"
جو آلِ محمدؐ کی عداوت لے کر دُنیا سے رخصت ہو)

(۶)

اُس موقع پر کسی شخص نے پوچھا:
"اے خدا کے رسولؐ ــــ وہ کون لوگ ہیں، جن کی محبت کو خداوندِ عالم نے واجب قرار دیا ہے۔؟
تو حضورِ اکرمؐ نے فرمایا کہ:
علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ

(یاد رکھو)
جو شخص میرے اہلبیتؑ پر ظلم کرے، اور میری عترت کے بارے میں (مجھے) اذیت پہنچائے، اُس پر جنت حرام ہے۔

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے:
تفسیر کشاف، علامہ زمخشری جلد ۱ صفحہ ۴ مطبوعہ مصر
ینابیع المودۃ۔ مسند امام احمد بن حنبل۔ وغیرہ
تفسیر درِ منثور (جلال الدین سیوطی) وغیرہ



اِس روایت کو پیشِ نظر رکھ کر، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے اس شعر پر غور کیجئے، جس میں امامؑ نے فرمایا ہے کہ:
فَمَا فَازَ مَنْ فَازَ اِلَّا بِنَا ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ وَمَا خَابَ مَنْ حُبُّنَا زَادُہٗ

جو شخص بھی (روزِ قیامت) فائز المرام ہوگا وہ بس ہماری ہی وجہ سے فوز و کامیابی حاصل کرے گا اور (یاد رکھو) کہ جس کا زادِ راہ، ہماری محبت ہو، وہ کبھی ناکام نہیں ہوسکتا)۔

(بحوالہ علقی، اور دیگر اربابِ تاریخ و سیر)

(۵)

اسکی تائید اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں سرکارِ ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

مَعْرِفَۃُ آلِ مُحَمَّدٍ بَرَاءَۃٌ مِنَ النَّارِ، وَحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَی الصِّرَاطِ، وَالْوَلَایَۃُ لِآلِ مُحَمَّدٍ اَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ

آلِ محمدؐ کی معرفت، جہنم سے برات (کا ذریعہ) ہے، آلِ محمدؐ کی محبت (پل) صراط پر سے گذرنے کا وسیلہ) ہے)

علامہ سلیمان قندوزی نے تحریر فرمایا ہے کہ:

وَھٰذَا الْحَدِیْثُ مَذْکُوْرٌ فِیْ جَوَاھِرِ الْعِقْدَیْنِ وَمَسْطُوْرٌ فِیْ کِتَابِ الشِّفَاءِ

(یہ حدیث "جواہر العقدین" اور "کتاب الشفاء" نامی کتابوں میں بھی موجود ہے)

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے: ینابیع المودۃ (ص ۲۶، ۱۵)

(۶)

اس سلسلہ میں وہ حدیث بھی قابلِ توجہ ہے جسے ابوبکر بن العیاش نے ابو قدامہ الہمدانی سے نقل کیا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ بِمَعْرِفَۃِ اَھْلِ بَیْتِیْ وَوِلَایَتِھِمْ فَقَدْ

جَمَعَ اللّٰہُ لَہُ الْخَیْرَ کُلَّہُ۔

(جس شخص پر خداوندِ عالم کا یہ لطف و کرم ہوا کہ اُسے میرے اہلبیتؑ کی معرفت اور ولایت نصیب ہوئی، گویا اُس کے لئے ہر نیکی جمع کر دی گئی)

(ملاحظہ فرمائیے: غایۃ المرام صفحہ ۲۰۹)

(۷)

اور ابوبصیر کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ اَقَامَ فَرَائِضَ اللّٰہِ وَاجْتَنَبَ مَحَارِمَ اللّٰہِ وَاَحْسَنَ الْوِلَایَۃَ لِاَھْلِ بَیْتِ نَبِیِّ اللّٰہِ، وَتَبَرَّأَ مِنْ اَعْدَاءِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، فَلْیَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ الثَّمَانِیَۃِ شَاءَ۔

(جو شخص خداوندِ عالم کے (مقرر کردہ) فرائض کو ادا کرے، اس کی حرام کی ہوئی باتوں سے اجتناب کرے، پیغمبرِ خدا کے اہلبیتؑ (کرام) کی ولایت (کو) اچھی (طرح قبول) کرے، اور خداوندِ عالم کے دشمنوں سے بیزار ہو ـــــ تو جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے بہشت میں داخل ہوجائے۔

نذرانۂ عقیدت

تاریخ شاہد ہے کہ :

ہر دور کے بلند مرتبہ شعراء نے حضراتِ اہلبیت طاہرین علیہم السلام کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنا اپنے لئے سعادت سمجھا۔

وہ حسّان بن ثابت ہوں۔ جنھوں نے غدیرِ خُم کے موقع پر مولائے کائنات حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت اور جشنِ تاج پوشی کا ذکر اپنے قصیدے میں نہایت شان و شوکت سے کیا۔

یا فرزدقؒ ہوں، جنھوں نے ہشام بن عبدالملک جیسے جابر اموی حکمراں کو خانۂ کعبہ کے سامنے حرمِ مقدس کے اندر ہزاروں کے مجمع میں مخاطب کر کے امام زین العابدینؑ کی شان میں فصاحت و بلاغت میں ڈوبا ہوا قصیدہ پڑھا۔

یا کمیت، دعبل جیسے بلند مرتبہ شعراء ہوں جنھوں نے بنی امیہ و بنی عباس کے جابرانہ دورِ حکومت میں اہلبیتِ کرام کی مدح و ثنا سے اہلِ ایمان کے قلوب کو منور کیا۔

ہم ذیل میں مصر کے ایک مشہور شاعر کے کچھ اشعار پیش کرتے ہیں جن کے بارے میں حافظ سلیمان قندوزی (صاحب ینابیع المودۃ) نے لکھا ہے کہ :

وَمِنْ کَلِمَاتِ الشَّیْخِ الْعَارِفِ الْکَامِلِ ابْنِ مَعْتُوقِ الْمِصْرِیْ !

هَوَاهُ دِیْنِیْ وَاِیْمَانِیْ وَمُعْتَقَدِیْ
وَحُبُّ عِتْرَتِهِ عَوْنِیْ وَمُعْتَصَمِیْ
ذُرِّیَّةٌ مِثْلَ مَاءِ الْمُزْنِ قَدْ طَهُرُوْا
وَطِیْبُوْا فَصَفَتْ اَوْصَافُ ذَاتِهِمِ
اَئِمَّةٌ اَخَذَ اللّٰهُ الْعُهُوْدَ لَهُمْ
عَلٰی جَمِیْعِ الْوَرٰی مِنْ قَبْلِ خَلْقِهِمِ

قَدْ حَقَّقَتْ سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَا جَحَدَتْ
اَعْدَاءُهُمْ وَاَبَانَتْ فَضْلَ حُبِّهِمِ
کَفَاهُمُ مَا بِهِمْ وَالْفَتْحُ شَرَفًا
وَالنُّوْرِ وَالنَّجْمِ مِنْ آیٍ اَتَتْ بِهِمِ
سَلِ الْحَوَامِیْمَ هَلْ فِیْ غَیْرِهِمْ نَزَلَتْ
وَهَلْ اَتٰی هَلْ اَتٰی اِلَّا بِمَدْحِهِمِ
اَکَارِمٌ کَرُمَتْ اَخْلَاقُهُمْ فَبَدَتْ
مِثْلَ النُّجُوْمِ بِمَاءٍ فِیْ صِفَاتِهِمِ
اَطَایِبٌ یَجِدُ الْمُشْتَاقُ تُرْبَتَهُمْ
رِیْحًا تَدُلُّ بِمَا فِیْ طِیْبِ ذَاتِهِمِ
شُکْرُ الْآلَاءِ رَبِّیْ حَیْثُ اَلْهَمَنِیْ
وِلَاهُمُ وَسَقَانِیْ کَاْسَ حُبِّهِمِ

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی محبت
میرا دین بھی ہے، ایمان بھی، عقیدہ بھی
اور اُن کی اولاد (اہلبیت طاہرینؑ) کی محبّت
میری مددگار بھی ہے، پناہ گاہ بھی۔
یہ وہ خاندان ہے جو بارش کے پانی کی طرح طیب و طاہر ہیں۔
ان کے ذاتی اوصاف بھی نہایت پاکیزہ ہیں۔
یہ وہ امامانِ برحق ہیں جن کے بارے میں خداوندِ عالم نے،
اُن کی خلقت سے پہلے ہی، تمام مخلوقات سے عہد و پیمان لے لیا ہے
جن باتوں کا اُن کے دشمن انکار کرتے ہیں (قرآن مجید کا) سورۂ احزاب

انھیں ثابت کرتا ہے اور اُن کی محبت کی فضیلت کو آشکار کرتا ہے۔

سورۂ "عم یتساءلون"، سورۂ ضحیٰ، سورۂ النور اور سورۂ النجم" میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ اُن کے شرف کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے

یہ وہ آیات ہیں جو ان کے بارے میں نازل ہوئیں۔

حم سے شروع ہونے والے (متعدد) سوروں سے دریافت کرو، کہ کیا ان کے علاوہ، کسی اور کے بارے میں نازل ہوئے ہیں؟

اور کیا سورۂ "ھل اتیٰ" اہلبیتؑ کرام کے علاوہ کسی اور کی تعریف و توصیف کر رہا ہے۔

؟

یہ وہ بلند مرتبہ ہستیاں ہیں، جن کے اخلاق بلند ہیں، اور ان کی صفات ایسی درخشندہ ہیں جس طرح پانی پر ستاروں کی چمک نظر آتی ہے۔

ایسے پاکیزہ افراد، کہ جو ان کی قبروں کی زیارت کے مشتاق رہتے ہیں، انہیں ان کی قبروں کی خوشبو رہنمائی کر دیتی ہے کہ کتنی پاکیزہ اُن کی ذات ہے۔

پروردگار عالم کی نعمتوں کا شکریہ کہ اس نے ان کی محبت میرے دل میں ڈال دی، اور اُن کی اُلفت کے جام سے مجھے سیراب کیا۔



آپ کے بعض معجزات

پروردگارِ عالم اپنے منتخب، ہادیان برحق — پیغمبرؐ اور امامؑ — کو ایسی محیّر العقول اور منفرد صلاحیتوں سے سرفراز کر کے بھیجتا ہے کہ اُن کی ذات عام انسانوں سے، اپنے کمالات کے لحاظ سے بلند نظر آئے، اور وہ اپنے دعوائے نبوت و امامت کے اثبات کے لئے ایسے غیر معمولی کارنامے انجام دے سکیں جن سے عام افرادِ بشر عاجز ہوں۔

ایسے محیّر العقول کارناموں کو معجزہ اور کرامت... جیسے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے وہ "عصا" عطا فرمایا، جسے زمین پر پھینکتے تو وہ اژدھا بن جاتا اور سیکڑوں سانپوں کو اس طرح نگل جاتا کہ نہ اس کی جسامت میں فرق پیدا ہوتا، نہ وزن میں۔

اور جب فرعون نے آپؑ اور آپؑ کے ساتھیوں کا تعاقب کیا، جس کے نتیجے میں ایسی منزل آئی کہ موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کے آگے دریا تھا اور پیچھے فرعونؑ کا ٹڈی دل لشکر — جس کی وجہ سے موسیٰؑ کے ساتھی سخت اضطراب میں تھے، لیکن حضرت موسیٰؑ نے حکم خدا سے اپنا عصا دریا پر مارا جس کے ذریعہ پانی کے درمیان راستہ بن گیا، اور حضرت موسیٰؑ کا پورا لشکر دریا پار کر کے دوسری طرف آرام سے پہونچ گیا، لیکن جب فرعونؑ کے لشکر نے اُس راستے پر قدم رکھا تو سب غرق ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو پروردگارِ عالم نے ایسا دستِ شفا دیا کہ نابینا کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ دیکھنے لگتا، مبروص پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھا ہو جاتا مُردے کو پکارتے اور وہ زندہ ہو جاتا۔

اور حضورِ اکرمؐ کے دستِ مبارک کو یہ شان عطا فرمائی کہ کنکر اٹھاتے تو وہ تسبیح پڑھنے لگتا، چاند کی طرف اشارہ کیا، تو اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے، اسی طرح سیکڑوں معجزات معتبر کتابوں میں مذکور ہیں)

اسی طرح ائمہ طاہرینؑ کو بھی پروردگارِ عالم نے خصوصی کمالات سے نوازا تھا، ہم نمونہ کے طور پر پانچویں امامؑ کی حیاتِ طیبہ کے چند واقعات کو ذکر کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

● محمد بن سلیمان نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ:

شام کا ایک شخص جو مدینہ منورہ آیا ہوا تھا، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام خدمت میں آتا رہتا تھا، ایک روز امامؑ سے کہنے لگا:

"کیا آپؑ نے محسوس فرمایا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں، لیکن شرمندہ شرمندہ سا رہتا ہوں، اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو تمام رُوئے زمین پر اہلبیتؑ سے سب سے زیادہ عداوت رکھتے ہیں اور حاکمِ وقت کی اطاعت کا یہ تقاضہ سمجھتے ہیں کہ آپؑ لوگوں سے دشمنی رکھیں ـــــ لیکن چونکہ آپؑ فصاحت و بلاغت میں ممتاز، علم و ادب میں منفرد اور حُسنِ بیان میں بہت عظیم الشان حیثیت کے مالک ہیں اس لئے میں (آپ سے کسبِ فیض کے لئے) آپؑ کی خدمت میں حاضری دیتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے اُس کی باتیں سُن کر نہایت شائستہ جواب دیا، اور یہ بھی فرمایا کہ:

"پروردگارِ عالم سے کوئی راز مخفی نہیں رہ سکتا۔

(۲)

کچھ عرصہ کے بعد وہ شامی بیمار ہوا، تو اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کی کہ اُس نے سمجھا کہ وہ اب دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔

چنانچہ اُس نے اپنے جانشین کو بلایا اور اُس سے کہا کہ:

"جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جسم پر کپڑا ڈھک دینا اور حضرت امام محمد باقرؑ سے کہنا کہ میری نمازِ جنازہ پڑھا دیں، اور اُن کو یہ بھی بتا دینا کہ میں نے اس کی وصیت کی ہے۔

(۳)

اُس شامی کا مرض بڑھتا گیا، اور آدھی رات کو اُس کے گھر والوں نے محسوس کیا اس کا جسم ٹھنڈا ہو چکا ہے، چنانچہ اُن لوگوں نے اُس کے جسم کو (مُردہ سمجھ کر) کپڑے سے ڈھک دیا۔

صبح کی اذان ہوئی تو اُس کا جانشین مسجد پہنچا، دیکھا کہ امام محمد باقرؑ نماز میں مشغول ہیں۔ امامؑ کا معمول تھا کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اُسی جگہ بیٹھ کر تعقیبات پڑھتے تھے ـــــ چنانچہ جب امام علیہ السلام نماز سے فارغ ہو کر تعقیبات کے لئے بیٹھے تو وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا:

یا حضرت ـــــ فلاں شامی، دنیا سے رخصت ہو گیا، اور اُس نے فرمائش کی ہے کہ آپ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھ دیں۔

یہ سُن کر امامؑ نے فرمایا:

"اس کا انتقال نہیں ہوا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شام کی سرزمین ٹھنڈی ہے، حجاز بہت گرم ہے، اور یہاں تپش زیادہ ہے (جس کی وجہ سے

وہ شخص نڈھال ہو گیا ہے)
تم اس کے پاس جاؤ، اور دیکھو ہرگز کسی بات میں جلدی نہ کرنا
بلکہ میری آمد کا انتظار کرنا۔

٭

اس کے بعد آپؑ اپنی جگہ سے اُٹھے، تجدیدِ وضو فرمائی، دو رکعت نماز پڑھی پھر ہاتھ اٹھا کر بہت دیر تک دعا مانگتے رہے، اس کے بعد سجدہ میں گئے اور (اتنا طولانی سجدہ کیا کہ) آفتاب نکل آیا، پھر آپ شامی کے گھر تشریف لے گئے۔

گھر کے اندر پہونچ کر اُس شامی کو (جسے اُس کے گھر والے مُردہ قرار دے چکے تھے) آواز دی تو اُس نے جواب دیا، پھر آپؑ نے اُسے سہارا دے کر بٹھایا، اور ٹھنڈا ستو پلایا، اور اُس کے گھر والوں سے فرمایا کہ:

"ٹھنڈی غذاؤں سے اِس کا پیٹ بھر دو اور سینہ کو ٹھنڈک پہونچاؤ۔"

یہ فرما کر آپؑ واپس تشریف لے گئے۔

گھر والوں نے امامؑ کی ہدایت پر عمل کیا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں وہ شامی بالکل تندرست ہو گیا تو اٹھا، اور امامؑ کے درِ دولت پر حاضر ہو کر درخواست کی کہ: میں تنہائی میں آپؑ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

امامؑ نے اُس کا بندوبست فرما دیا، تو وہ شامی کہنے لگا کہ:

"میں (خدا کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے) گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی بندوں کے لئے حجتِ خدا ہیں اور وہ دروازہ ہیں جس کے ذریعہ سے (خداوندِ عالم کی طرف سے بندوں پر جود و کرم) ہوتا ہے، تو جو شخص آپؑ کے بغیر (اُس تک) پہونچنا چاہے وہ ناکام نامراد، اور حق سے بہت زیادہ دور ہے۔

امام علیہ السلام نے دریافت کیا کہ: (اپنا ماجرا بیان کرو کہ) تمہیں کیا معاملہ

پیش آیا تھا۔؟

اُس نے کہا کہ: میں (خدا کو حاضر و ناظر جان کر) گواہی دیتا ہوں کہ:

"میں نے واضح طور سے اپنی روح نکلتے ہوئے محسوس کی، اور میں دیکھ رہا تھا کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں) — پھر اچانک کسی منادی نے آواز دی، جسے میں نے خود اپنے کانوں سے سُنا، جبکہ میں سویا نہیں تھا!۔

اُس منادی نے کہا:

اِس شخص کی روح اس کے جسم میں واپس کر دو کیونکہ ہم سے (امام) محمد باقرؑ نے اس کے لئے فرمایا ہے...

پھر وہ شخص، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں شامل ہو گیا۔

ملاحظہ فرمائیے:
امالی شیخ طوسیؒ ص[illegible]

٭

عبداللہ بن عطا المکی کا بیان ہے کہ:

"میں مکہ مکرمہ میں تھا کہ مجھے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، چنانچہ میں وہاں سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ مدینہ کے اس سفر میں امام علیہ السلام کی زیارت کے علاوہ، کوئی اور مقصد میرے پیشِ نظر تھا ہی نہیں۔

جب مدینہ پہونچا تو آدھی رات گذر چکی تھی، بارش ہو رہی تھی، اور سردی بہت سخت تھی۔

میں امامؑ کے درِ دولت تک پہنچ تو گیا، مگر میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس وقت دروازہ نہ کھٹکھٹاؤں۔ بلکہ صبح ہونے کا انتظار کروں۔

میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے کانوں تک امام علیہ السلام کی آواز پہونچی، جو گھر کی خادمہ سے فرما رہے تھے کہ :

"جاؤ۔ ابن عطا آئے ہیں، اُن کے لئے دروازہ کھولو، کیونکہ آج کی رات اُنہیں سردی بھی برداشت کرنی پڑی ہے اور تکلیف بھی۔

چنانچہ خادمہ نے آکر دروازہ کھولا، اور میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

(ملاحظہ فرمائیے:
'بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۰ صفحہ
اور راوندی کی الخرائج والجرائح صفحہ ۲۳۰)

اغیار کی گواہی

عبدالرحمٰن بن کثیر کی روایت ہے کہ :

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ایک وادی میں فروکش ہوئے تو آپ کے لئے خیمہ نصب کر دیا گیا (جس میں آپ نے قیام فرمایا)

کچھ دیر بعد آپ خیمہ سے باہر نکلے اور کھجور کے ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے، وہاں پر آپ نے خداوندِ عالم کی حمد و ثنا (ایسے افصح و بلیغ اور حسین) انداز سے فرمائی کہ ہم نے ویسی حمد و ثنا اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

پھر آپ نے درخت کو مخاطب کر کے فرمایا:

"ایتها النخلة اطعمنيها مما جعل الله فيك"

"اے درخت رطب، خداوندِ عالم نے تجھے جس (پھل) سے نوازا ہے

اُس میں سے ہمیں کھلا)

جیسے ہی امام نے یہ الفاظ کہے، اُس درخت سے سرخ اور زرد کھجوریں گرنے لگیں۔

اُن کھجوروں میں سے امام علیہ السلام نے خود بھی نوش فرمائیں اور آپ کے ساتھ ابوامیہ انصاری بھی تھا، اس نے بھی کھائیں۔

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے:
(کتاب البصائر جلد ۵ باب ۱۴ صفحہ ۶۹)

جس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نباتات و اشجار، حجتِ خدا اور امامِ وقت کی آواز بھی سنتے ہیں، اور اُن کے فرمان کی اطاعت بھی کرتے ہیں۔

غور کیجئے تو اطاعت ایک ایسا باب ہے جس میں پوری کائنات اپنے مالک کے آگے سرنگوں نظر آتی ہے، سوائے بنی نوعِ انسان کے جس میں اطاعت کرنے والے کم، اور نافرمانی و انحراف کرنے والے بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔

چنانچہ : اطاعت گذاروں کے لئے ارشاد ہوا کہ :

قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ (میرے بندوں میں شکرگذار کم ہیں)

اور غالب اکثریت کے لئے اعلان فرمایا کہ :

وَاَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ (ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے)
وَاَکْثَرُهُمْ غَافِلُوْنَ۔ (ان میں سے اکثر غفلت میں پڑے ہوئے ہیں)
وَاَکْثَرُهُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ۔ (ان میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے)
(القرآن)

دشمنانِ اہلبیتؑ کا انجام

ابو عیینہ کا بیان ہے کہ:

میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؑ کے پاس ایک شخص آیا، اور کہنے لگا کہ:

"میں شام کا رہنے والا ہوں لیکن آپ لوگوں سے محبت کرتا ہوں اور آپ کے دشمنوں سے بیزار ہوں البتہ میرا والد (جو دنیا سے گذر چکا ہے) بنو اُمیہ سے الفت رکھتا تھا، اُس کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی۔

اور میرے علاوہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

"رملہ" میں اس کی رہائش تھی، اُس کے علاوہ اس کے پاس ایک اور باغ بھی جہاں وہ تنہا آ کر رہا کرتا تھا۔

جب میرے والد کا انتقال ہوا اور میں تنگدستی و پریشانی کا شکار ہوا، تو مجھے اُس مال و دولت کی جستجو ہوئی۔ جو اُس کے پاس تھا۔

میں نے بہت تلاش کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔

ہر جگہ تلاش و جستجو کرنے کے بعد اب مجھے یقین ہے کہ اس نے اپنے مال کو مجھ سے چھپانے کے لئے کہیں دفن کر دیا ہے۔

اُس مردِ شامی کی بات سُن کر امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ:

"کیا تم پسند کرو گے کہ اپنے باپ سے ملاقات کرو، اور خود اُسی سے یہ دریافت کرو کہ اُس کا مال کس جگہ ہے؟

مردِ شامی نے کہا:۔ ہاں (اے فرزندِ رسولؐ، اگر ایسا ہو سکے تو بہت اچھا ہے) کیونکہ میں بہت تنگدست اور پریشان ہوں۔

امام علیہ السلام نے ایک خط تحریر فرمایا، اس پر اپنی مہر لگائی، اور اُس شخص سے فرمایا کہ:

"رات کے وقت، یہ خط لے کر جنت البقیع کی طرف جاؤ، وہاں (قبرستان کے) درمیان پہونچ کر آواز دینا:

یا درجان ـ یا درجان

(تمہاری آواز سُن کر) ایک شخص تمہارے پاس آئے گا جس کے سر پر عمامہ ہوگا، اُسے یہ خط دے دینا اور اُسے بتانا کہ:

مجھے (امام محمد باقرؑ) محمد بن علی بن الحسینؑ نے بھیجا ہے۔

پھر وہ شخص تمہارے والد سے تمہاری ملاقات کرا دے گا تم اُس سے دریافت کر لینا۔

وہ شخص امام کا خط لے کر چلا گیا۔

ابو عیینہ کہتے ہیں کہ اگلے روز میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تاکہ پتہ چلے کہ اُس شخص کا مسئلہ کس طرح حل ہوا۔

جب میں امامؑ کے درِ دولت پر پہنچا، تو دیکھا کہ وہ مردِ شامی، امامؑ کے گھر کے پاس کھڑا ہے، اندر جانے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔

جب اُسے اندر جانے کی اجازت ملی تو میں بھی اس کے ساتھ ہی داخل ہو گیا، وہاں پہونچ کر اُس مردِ شامی نے امامؑ سے عرض کیا کہ:

اللہ اعلم حیث یجعل العلم

(خدا خوب جانتا ہے کہ کن لوگوں کو علم کا خزینہ دار بنائے)

(اے فرزندِ رسولؐ) ـــــ میں گذشتہ شب آپ کا خط لے کر جنت البقیع

پہونچا، آپ کی ہدایت کے مطابق (قبرستان کے درمیان میں پہونچ کر میں نے آواز دی) تو ایک شخص سامنے آیا (میں اُس کو آپ کا خط دیا، جسے پڑھنے کے بعد) اُس نے کہا کہ :

"تم یہاں سے ہٹنا نہیں، جب تک میں اُسے لے کر یہاں نہ آؤں۔"

چنانچہ وہ گیا اور ایک ایسے شخص کو لایا جس کا پورا جسم سیاہ ہو چکا تھا۔

کہنے لگا : یہ تمہارے والد ہیں!

میں نے کہا کہ :- نہیں (یہ میرے والد نہیں ہو سکتے، وہ ایسے نہیں تھے)

اُس شخص نے کہا کہ :- یہ تمہارے والد ہی ہیں آگ کے شعلوں، جہنم کے دھوئیں، اور دردناک عذاب نے اِن کے جسم کی حالت بدل دی ہے

پھر میں نے اُس سیاہ رنگ کے آدمی کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"آپ میرے والد ہیں۔۔؟"

کہا :- "ہاں۔

میں نے پوچھا کہ : "آپ کی صورت اور حالت کیوں بدل گئی۔؟

کہنے لگا :- "اے نورِ نظر۔ میں بنی اُمیّہ سے محبت کرتا تھا اور اہلبیتؑ پیغمبرؐ پر ان لوگوں کو ترجیح دیتا تھا (میری بد اعمالیوں اور گمراہیوں کی وجہ سے) خداوندِ عالم نے مجھے عذاب میں مبتلا کیا، جس کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی۔

چونکہ تم اہلبیتؑ سے محبت کرتے تھے، اس لئے میں تم سے نفرت کرتا تھا، اور میں نے اپنے مال سے تمہیں محروم رکھنے کے لئے اُسے چھپا دیا اب میں اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہوں۔

"میرے بیٹے۔ تم میرے (اُس) باغ میں جاؤ (جہاں میں کسی اور کو نہیں لے جاتا تھا) وہاں زیتون کے درخت کے نیچے کھدائی کرو گے تو تمہیں (میرا چھپایا ہوا) ایک لاکھ درہم مل جائے گا، اُس میں سے ۵۰ ہزار درہم حضرت محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا اور باقی تم لے لینا۔

(۶)

یہ داستان سنانے کے بعد اُس مردِ شامی نے امامؑ سے اجازت طلب کی کہ میں اُسی باغ کی طرف جا رہا ہوں تاکہ وہاں سے مال حاصل کر کے آپؑ کی خدمت میں حاضر کروں۔

ابو عیینہ کہتے ہیں کہ اگلے دن میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ :

"اُس مردِ شامی نے کیا کیا۔؟

امامؑ نے فرمایا کہ : اس نے پچاسؔ ہزار درہم مجھ تک پہنچا دیئے جس میں سے ۔۔۔۔ میں نے حاجت مندوں کو بھی دیا۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے :
"الخرائج والجرائح" صفحہ ۱۴۰)

(۶)

علّامہ ابن شہر آشوب نے بھی اپنی معروف کتاب "المناقب" میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے، اور آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا :

أما انه سينفع الميت الندم على ما فرط في جنب الله ومن حقنا، بما ادخل علينا من الرفق والسرور۔

• (اُس مرنے والے سے زمانۂ گذشتہ میں ہماری محبت کے سلسلے میں جو کوتاہی ہوئی اور اُس نے ہمارے حقوق کا جو خیال نہیں رکھا تھا

اب جبکہ اس پر شرمندہ ہے اور ہمارے ساتھ نرمی کا سلوک اور ہمیں خوشی پہونچانے کی کوشش کر رہا ہے، تو یہ ندامت بھی اس کے حق میں فائدہ مند ثابت ہوگی۔)

(مناقب، جلد ۲، صفحہ ۲۴۶)

(۵)

یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص دُنیا سے رخصت ہوا، اور اُس کے ذمہ کچھ نمازیں باقی تھیں اُس کے ورثاء وہ نمازیں پڑھوادیں، یا روزے چھوٹے تھے وہ رکھوادیں، یا حج باقی تھا، ادا کرادیں، تو میت کی گلوخلاصی ہوجاتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کے ذمہ حضرات اہلبیت کے کچھ مالی حقوق باقی ہوں اور اُس کے دنیا سے جانے کے بعد اُس کی اولاد، اُن حقوق کو ادا کردے، تو مرنے والے کو اُس کا فائدہ پہنچے گا۔

مردِ شامی کے والد نے جو رقم امام کے پاس بھجوائی، ممکن ہے وہ خُمس کی رقم ہی رہی ہو جسے اُس نے اپنی زندگی میں امام کی خدمت میں پیش نہیں کیا تھا، مگر اب اُسکے بیٹے نے وہ رقم پہونچادی تو مرنے والے کے ذمہ جو حق باقی تھا وہ ادا ہوگیا۔

(۶)

اور شریعتِ مقدسہ میں اس کے علاوہ بھی بکثرت مثالیں ہیں، خصوصاً لوگوں کے حقوق کے سلسلہ میں یہ ہدایات موجود ہیں کہ بیٹا جستجو کرے کہ اس کے باپ کے ذمہ لوگوں کے کون کون سے حقوق واجب ہیں اُن کو ادا کرنے کی کوشش کرے تاکہ باپ کو گلوخلاصی حاصل ہو۔

(۷)

اہلِ ایمان پر امامؑ کی خاص توجہ

اس جگہ ایک اور روایت بھی قابلِ ذکر ہے جس سے یہ بات بھی آشکار ہوتی ہے کہ ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام، اپنے چاہنے والوں، صاحبانِ ایمان پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔

جنابِ ابوبصیر کہتے ہیں کہ:

ایک شخص جو (کافی عرصہ قبل) خراسان سے نکلا تھا، امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپؑ نے اُس سے دریافت کیا کہ اپنے والد (کو) کس حال میں (چھوڑا)؟

اُس نے کہا، ٹھیک تھے۔

فرمایا کہ: تم اپنے گھر سے روانہ ہونے کے بعد جب جرجان کی طرف چلے تو تمہارے والد دُنیا سے رحلت کر گئے، اُس کے بعد امامؑ نے اُس شخص سے اس کے بھائی کے بارے میں دریافت کیا:

اس نے کہا کہ: انھیں بھی بہت اچھی حالت میں چھوڑا تھا۔

فرمایا کہ: اُس کے ایک پڑوسی نے اُسے فلاں دن، فلاں وقت قتل کردیا۔

یہ سُن کر اس شخص نے اِنّا لِلّٰہ وَ اِنّا اِلیہِ رَاجِعُون پڑھا اور رونے لگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: صبر کرو، وہ دونوں جنّت الفردوس میں پہونچ گئے۔ اور جنّت اُس جگہ سے بہت اچھی ہے، جہاں وہ رہتے تھے۔

پھر اُس شخص نے عرض کی: اے فرزندِ رسولؐ جب میں روانہ ہوا تھا،

تو میرا بیٹا بہت بیمار تھا، آپؑ نے اُس کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا؟
آپؑ نے فرمایا کہ: وہ تندرست ہوگیا، اور اُس کے چچا نے اپنی بیٹی سے اس کی شادی کر دی ہے۔ جب تم جاؤ گے تو اس کے یہاں ایک بیٹا آچکا ہوگا جس کا نام علی ہے، اور وہ ہمارے شیعوں میں سے ہوگا، لیکن تمہارا بیٹا شیعہ نہیں ہے، ہم سے دشمنی رکھتا ہے۔
اُس نے کہا: فرزندِ رسولؐ۔ اُس کے لئے مجھے کیا کرنا چاہیئے۔؟
فرمایا۔ (کوئی فائدہ نہیں) وہ دشمن ہے (اور اپنی دشمنی پر باقی رہے گا)

(ملاحظہ فرمائیے:
"الخرائج والجرائح" صفحہ ۲۲۰)

٭

اس روایت سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

● — "امام وقت۔" لوگوں کی حیات سے بھی باخبر ہوتے ہیں اور ان کی موت سے بھی، چنانچہ امام علیہ السلام نے اُس شخص کو اُس کے والد کی وفات کی خبر بھی دی، اور اُس کے بھائی کے قتل کئے جانے کی اطلاع بھی۔

● — "امام وقت۔" لوگوں کی باطنی کیفیات کو بھی جانتے ہیں، جس کی نشاندہی اس بات سے ہوتی ہے کہ "راوی" کا فرزند جو اہلبیتؑ کے دشمنوں میں سے تھا امامؑ نے واضح طور سے بتایا کہ وہ ہم سے عداوت رکھتا ہے۔

● — ائمہ طاہرین علیہم السلام کو اپنے چاہنے والوں کے بارے میں فکر رہتی، چونکہ اس شخص کے والد اور بھائی اہلبیتؑ کے عقیدت مندوں میں سے تھے اس لئے امام علیہ السلام نے اُن دونوں کے حالات خصوصی طور سے دریافت کئے۔

● — "ائمہ طاہرین علیہ السلام"۔ مستقبل کے بارے میں بھی اپنے چاہنے والوں کو خبردار کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ جب اس شخص نے اپنے فرزند کے بارے۔ جو دشمنانِ اہلبیتؑ میں سے تھا۔ دریافت کیا تو امام علیہ السلام نے اسے باخبر فرما دیا کہ وہ اپنی موجودہ روش پر برقرار رہے گا۔

البتہ پروردگارِ عالم اسے ایک فرزند عطا کرے گا، جو ہم آلِ محمدؐ کے چاہنے والوں میں سے ہوگا۔

امام علیہ السلام نے اُس کا نام "علیؑ" تجویز فرمایا۔

٭

● — اسی کے ساتھ مذکورہ بالا روایت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرات اہلبیتِ طاہرینؑ یہ علم رکھنے کے باوجود کہ، فلاں شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے، اُس کے بارے میں نہ کوئی منفی اقدام فرماتے ہیں، نہ اپنے چاہنے والوں سے اُس کی مخالفت میں کوئی بات کہتے ہیں۔

روایت میں جس شخص کا ذکر ہے، اس کا اپنا بیٹا امامؑ کے دشمنوں میں سے تھا مگر امامؑ نے اُس سے یہ نہیں فرمایا کہ اپنے بیٹے سے ناراض ہو جاؤ، یا اُسے اپنی شفقت سے محروم کر دو، یا اس کی حق تلفی کرو۔

٭

● — امامؑ نے اُس شخص کو اطلاع دی کہ تمہارا بیٹا تو ہمارا دشمن ہے لیکن اُس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا، وہ ہمارا چاہنے والا ہوگا۔

اس واقعے پر غور کریں تو قرآنِ مجید کی اس آیت کی تمثیل نظر آتی ہے کہ:

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ، وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ

(وہ مردہ سے زندہ کو، اور زندہ سے مُردہ کو نکالتا ہے)

●

آخر میں ایک روایت کو پیش کر کے ہم اس باب کو تمام کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام حق سے بری نوع انسان تو کسب فیض کرتے رہی ہیں جنات بھی رہنمائی حاصل کرنے کیلئے حاضری دیتے ہیں۔ چنانچہ :

سعد اسکاف کا بیان ہے کہ :

"میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بیت الشرف پر حاضر ہو کر آنے کی اجازت طلب کی تو مجھے بتایا گیا کہ جلدی نہ کرو، وہاں کچھ صاحبانِ ایمان (امام سے) بات چیت کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد وہاں سے ۱۲ آدمی نکلے جو قوم زُط سے مشابہ تھے پوستین جیسے لباس پہنے ہوئے تھے، ان لوگوں نے باہر آ کر سلام کیا اور چلے گئے۔ اس کے بعد میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ :

"یہ کون لوگ آپ کے پاس سے نکلے ہیں جنہیں ہم لوگ تو پہچانتے نہیں :

امام نے فرمایا : "یہ تمہارے برادرانِ ایمانی وہ تھے جن کا تعلق جنوں سے تھا۔

میں نے پوچھا : کیا یہ لوگ بھی آپ کے پاس آتے ہیں ؟

فرمایا کہ :

"یہ لوگ بھی حلال و حرام کے مسائل دریافت کرنے کے لئے اسی طرح ہمارے پاس آتے رہتے ہیں جس طرح تم لوگ آتے ہو۔"

(بحارالانوار جلد ۴۶ صفحہ ۲۶۹-۲۷۰)



حجیج — یا — ضجیج

حج :— ایک ایسا دینی فریضہ ہے جسے ادا کرنے کی لوگوں کو خاص تمنا رہتی ہے اور جن لوگوں نے ایک بار یہ سعادت حاصل کی ہو، وہ بار بار سرزمین حجاز پر حاضر ہونے اور حج کی سعادت حاصل کرنے کے آرزومند رہتے ہیں۔

لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بکثرت افراد جو حج کے نام پر اس سرزمین پر قدم رکھتے ہیں وہ نہ ارکانِ حج کا شعور رکھتے ہیں اور نہ حج کی عظمت و افادیت کی صحیح معرفت رکھتے ہیں۔

ایسے لوگ سرزمینِ مقدس پر پہونچ تو جاتے ہیں لیکن اس سفر سے نہ اُن کو کوئی فیض پہونچتا ہے نہ روحانیت حاصل کرتے ہیں، نہ اُن کے سیرت و کردار میں بہتری پیدا ہوتی ہے اور نہ وہ معنوی کمالات کے حقدار بنتے ہیں۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ ماضی میں بھی اس مقدس سرزمین پر حاضری دینے والوں کی اکثریت ایسی ہی بے معرفت ہوتی تھی، چنانچہ :

ابو بصیر، جو نابینا تھے، انہوں نے حج کے زمانہ میں ہر طرف سے بلند ہونے والی آوازوں کو سُن کر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ :

"حاجی بہت زیادہ ہیں، عظیم الشان آوازیں بلند ہیں !

• یہ سُن کر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :

"مَا اَکْثَرَ الضَّجِیْجَ وَاَقَلَّ الْحَجِیْجَ !— (شور و غل کتنا زیادہ ہے مگر حاجی کس قدر کم ہیں)

(اے ابو بصیر) —— جو کچھ میں نے تمہیں بتایا اُس کی صداقت کو..... اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہو۔؟

پھر آپ نے اپنا دستِ مبارک اُن کی آنکھوں پر پھیرا، اور متعدد دعائیں پڑھیں، تو ابو بصیر کی آنکھوں میں بینائی واپس آگئی؛ اور امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

"ابو بصیر حاجیوں کی طرف دیکھو۔

وہ کہتے ہیں، جب میں نے نظر اٹھائی تو کثرت سے نجس جانور نظر آرہے تھے، اور ان کے درمیان مومنین اس طرح تھے جیسے تاریک رات میں چمکتا ہوا ستارہ۔

ابو بصیر نے عرض کی:۔ فرزند رسولؐ آپ نے سچ فرمایا: حاجی بہت کم ہیں، شور و غل بہت زیادہ ہے۔

ب ۱، ۴۶ ص: ۱۴۱)

۵

مذکورہ بالا روایت پر غور کرنے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ:

ایامِ حج میں سرزمینِ حجاز، خصوصاً مکہ و مدینہ میں لوگوں کی بکثرت آمد و رفت اور حج کے لئے آنے والوں کا انبوہِ کثیر، نگاہوں کو خیرہ کرنے والا، اور ظاہری طور پر متاثر کن نظر آتا ہے۔

لیکن اُن سب کے درمیان بامعرفت حاجیوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

امامِ وقت، چونکہ لوگوں کے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہوتے ہیں اسلئے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ:

اس مقدس سرزمین پر حاضری دینے والوں میں "ضجیج" کتنے ہیں —— اور "حجیج" کتنے ہیں۔

یا یوں کہئے کہ: —— حج کے نام پر جمع ہونے والے اور شور و غل میں اضافہ

کرنے والے کتنے ہیں۔ اور معرفت کے ساتھ فریضۂ حج کو انجام دے کر اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے کتنے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یوں تو ہر سال دنیا بھر سے لاکھوں افراد، اس فریضے کو ادا کرنے کیلئے سرزمینِ حجاز پر حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

لیکن اگر یہ تمام حضرات ایمان و معرفت کی دولت سے مالامال ہوتے، حج کو اُس کے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرتے، حج کے معنوی اور روحانی فیوض و برکات سے مالامال ہوتے، اور سفرِ حج کے دوران اپنی سیرت و کردار کو منوّر بنانے کی شعوری کوشش کرتے تو ہر سال انسانی سوسائٹی میں کئی لاکھ، بہتر تربیت یافتہ انسانوں کا اضافہ ہوتا۔

مگر کون نہیں جانتا کہ انسانی سوسائٹی کس طرح رُو بہ زوال نظر آرہی ہے —

نیکیوں کا دائرہ سمٹتا اور برائیوں کا دائرہ پھیلتا نظر آرہا ہے۔

جو اس بات کی علامت ہے کہ بنی نوعِ انسان میں سے وہ لوگ، جو اسلامی عبادات کی بجا آوری میں حصّہ لے رہے ہیں، اُن کی بھی غالب اکثریت، صرف ان عبادتوں کے ظواہر سے وابستہ ہے، اس عبادت کی روح میں اُترنے، اپنی شخصیت کو اُس کے سانچے میں ڈھالنے، اُس عبادت کی معنویت سے کسبِ فیض کرنے، اُس کے ذریعہ سے اپنی سیرت کو جگمگانے، اور انسانی معاشرے میں صالح اقدار کے اضافے کی کوشش نہیں کر رہی ہے۔

اور اس سلسلہ میں یہ بات اور بھی افسوسناک ہے کہ لوگوں میں یہ احساس بھی بہت کم پایا جاتا ہے کہ انسانی سوسائٹی، کس تیزی سے انحطاط کا شکار ہوتی جارہی ہے —— ؛ بقولِ شاعر ؎

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا دلئے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوبصیر جیسے با معرفت شخص سے صرف دو فقرے ارشاد فرمائے:

مَا اَكْثَرَ الضَّجِيْجَ وَاَقَلَّ الْحَجِيْجَ

(شور و غل کتنا زیادہ اور حاجی کتنے کم ہیں)

مگر ان دو فقروں میں مطالب کا ایک سمندر موجزن تھا جس میں:

لوگوں کی نادانی —

معرفت کی کمی —

اسرارِ حج سے لوگوں کی بے توجہی —

اس مقدس سفر کی روحانیت سے غفلت —

اور بنی نوعِ انسان کی غالب اکثریت کے شعور و ادراک کی نشاندہی بھی تھی؛

اور اس بات کی طرف بلیغ اشارہ بھی کہ:

ہمیں کسی بھی اجتماع کے ظواہر کی خوشنمائی سے متاثر ہونے کے بجائے اُس کے باطن میں جھانکنے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ:

ایک چیز دیکھنے میں بہت اچھی نظر آ رہی ہو، لیکن معنویت و روحانیت سے خالی ہونے کی بنا پر انسان کی رُوح پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت سے عاری ہو۔

اِسی کے ساتھ امامؑ نے اس بات کی بھی نشاندہی کر دی کہ:

حج کے نام پر جمع ہو جانے والوں کی کثرت کے بجائے ہم اس بات کی طرف بھی توجہ دیں کہ اُن میں کتنے لوگ ایسے ہیں، جو حج اور اس کے فلسفہ و مقصد سے آگاہ ہیں۔

کتنے لوگ اس کی معرفت سے آشنا ہیں۔

کتنے اُس کے ذریعہ سے تطہیرِ باطن کی سعیِ مشکور کرتے ہیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ:

"حجیج" کم ہوں —

"ضجیج" زیادہ —!



اعلانِ حق

(خاندانِ رسالت اور اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام کی بیش پروردگار کیا منزلت ہے اور مالکِ دو جہاں نے انھیں کیسی عظمت و جلالت سے نواز کر پوری کائنات میں ممتاز قرار دیا ہے اس کا اندازہ معصوم کی زبانِ مبارک سے ادا ہونے والے کلمات کی روشنی میں کیجئے۔)

حموینی نے فرائد السمطین میں جناب ابو بصیر سے یہ روایت نقل کی ہے جسے خیثمہ الجعفی نے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

نَحْنُ جَنْبُ اللّٰهِ وَصَفْوَتُهُ وَخِيرَتُهُ، وَنَحْنُ مُسْتَوْدَعُ مَوَارِيثِ الْاَنْبِيَاءِ وَنَحْنُ اُمَنَاءُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَحْنُ حُجَّةُ اللّٰهِ وَاَرْكَانُ الْاِيْمَانِ وَدَعَائِمُ الْاِسْلَامِ، وَنَحْنُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهِ وَبِنَا يَفْتَحُ وَبِنَا يَخْتِمُ، وَنَحْنُ الْاَئِمَّةُ الْهُدَاةُ وَالدُّعَاةُ اِلَى اللّٰهِ وَنَحْنُ مَصَابِيحُ الدُّجٰى وَمَنَارُ الْهُدٰى، وَنَحْنُ الْعَلَمُ الْمَرْفُوعُ لِلْحَقِّ مَنْ تَمَسَّكَ بِنَا لَحِقَ، وَمَنْ تَاَخَّرَ عَنْهَا غَرِقَ، وَنَحْنُ قَادَةُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ وَنَحْنُ الطَّرِيْقُ الْوَاضِحُ وَالصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ اِلَى اللّٰهِ، وَنَحْنُ مِنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى خَلْقِهِ وَنَحْنُ مَعْدِنُ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعُ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ وَنَحْنُ الْمِنْهَاجُ وَالسِّرَاجُ لِمَنْ اِسْتَضَاءَ بِنَا، وَنَحْنُ السَّبِيْلُ لِمَنْ اِهْتَدٰى بِهِ وَنَحْنُ الْاَئِمَّةُ الْهُدَاةُ اِلَى الْجَنَّةِ وَعُرَى الْاِسْلَامِ وَنَحْنُ الْجُسُوْرُ وَالْقَنَاطِرُ، مَنْ مَضٰى

عَلَيْهَا لَحِقَ وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا مُحِقَ، وَنَحْنُ السَّنَامُ الْاَعْظَمُ وَبِنَا يُنَزِّلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الرَّحْمَةَ عَلٰى عِبَادِهِ وَبِنَا يُسْقَوْنَ الْغَيْثَ وَبِنَا يَصْرِفُ عَنْكُمُ الْعَذَابَ، فَمَنْ عَرَفَنَا وَنَصَرَنَا وَعَرَفَ حَقَّنَا وَيَاْخُذُ بِاَمْرِنَا فَهُوَ مِنَّا وَاِلَيْنَا۔

(ہم لوگ جنبُ اللہ، اُس کے برگزیدہ اور پسندیدہ لوگ ہیں۔

(ہم) میراثِ انبیا کی قرار گاہ ہیں۔

(ہم) خداوندِ عالم کے امانت دار ہیں۔

(ہم) حجتِ خدا، ایمان کے رکن اور اسلام کے ستون ہیں۔

(ہم) مخلوقات کیلئے اللہ کی رحمت ہیں، ہمارے ہی ذریعہ سے ابتداء اور ہم ہی پر خاتمہ ہے۔

(ہم) رہنمائی کرنے والے پیشوا، اور اللہ کی طرف دعوت دینے والے (لوگ) ہیں۔

(ہم) تاریکیوں کیلئے چراغ اور ہدایت کا منارہ ہیں۔

(ہم) وہ پرچمِ حق ہیں جنھیں (اللہ کی طرف سے) بلند کیا گیا ہے۔ جو ہم سے وابستہ رہا (منزلِ نجات تک) پہونچ جائے گا، اور جو اس سے دُور رہا، وہ غرق ہو جائے گا۔

(ہم) روشن پیشانی، اور نُورانی (چہرے والے صاحبانِ ایمان) کے رہنما ہیں۔

(ہم) اللہ تک پہونچنے کا واحد راستہ اور صراطِ مستقیم ہیں۔

(ہم) بندوں کیلئے خداوندِ عالم کی نعمت ہیں۔

(ہم) نبوت کے معدن، رسالت کا مرکز اور ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ ہیں۔

ہم منہاج ہیں۔
جو روشنی حاصل کرنا چاہے، اُس کیلئے ہم چراغ ہیں۔
جو اقتدار کرے، اُس کیلئے ہم سبیل ہیں۔
ہم ہی وہ پیشوا (یانِ برحق) ہیں جو جنت (الفردوس) کی طرف رہنمائی
کرنے والے ہیں۔
ہم اسلام کی مضبوط رسی ہیں۔
(دنیا کی گھاٹیوں اور کھائیوں سے گذرنے کے لئے) ہم پل بھی ہیں
قناطر بھی۔
جو اس پر سے گذرے گا وہ (نجات پانے والوں سے) مل جائیگا،
اور جو اس سے انحراف کرے گا وہ مٹ جائے گا۔
ہم بلند ترین نشان ہیں۔
ہمارے (ہی طفیل میں) خداوندِ عالم اپنی رحمتیں بندوں پر نازل کرتا ہے۔
ہمارے ہی ذریعے سے وہ بارانِ رحمت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔
اور ہمارے ہی صدقے میں خداوندِ عالم، تم لوگوں سے عذاب کو دور
کرتا ہے۔
پس ___ جو شخص ہماری معرفت رکھے، ہماری نصرت کرے،
ہمارے حق کو پہچانے اور ہمارے حکم (پر عمل) کرے:
وہ ہم سے ہے اور ہماری ہی طرف (اسکی بازگشت) ہے)



صاحبِ مناقب کے قول کے مطابق، امام علیہ السلام نے فرمایا:
نَحْنُ جَنْبُ اللّٰهِ وَنَحْنُ حَبْلُ اللّٰهِ، وَنَحْنُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ

عَلٰی خَلْقِهٖ وَنَحْنُ الَّذِیْنَ بِنَا یَفْتَحُ اللّٰهُ وَبِنَا یَخْتِمُ اللّٰهُ.
نَحْنُ اَئِمَّةُ الْهُدٰی وَمَصَابِیْحُ الدُّجٰی، وَنَحْنُ الْهُدٰی وَنَحْنُ الْعَلَمُ
الْمَرْفُوْعُ لِاَهْلِ الدُّنْیَا، وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ وَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ
مَنْ تَمَسَّكَ بِنَا لَحِقَ وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنَّا غَرِقَ
نَحْنُ قَادَةُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ وَنَحْنُ حَرَمُ اللّٰهِ وَنَحْنُ الطَّرِیْقُ وَ
الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَحْنُ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهٖ
وَنَحْنُ الْمِنْهَاجُ وَنَحْنُ مَعْدِنُ النُّبُوَّةِ وَنَحْنُ مَوْضِعُ الرِّسَالَةِ وَ
نَحْنُ اُصُوْلُ الدِّیْنِ وَاِلَیْنَا تَخْتَلِفُ الْمَلَائِكَةُ.
وَنَحْنُ السِّرَاجُ لِمَنْ اِسْتَضَاءَ بِنَا، وَنَحْنُ السَّبِیْلُ لِمَنْ اِقْتَدٰی
بِنَا، وَنَحْنُ الْهُدَاةُ اِلَی الْجَنَّةِ وَنَحْنُ عُرَی الْاِسْلَامِ، وَنَحْنُ
الْجُسُوْرُ، وَنَحْنُ الْقَنَاطِرُ.
مَنْ مَضٰی عَلَیْنَا سَبَقَ وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنَّا مُحِقَ.
وَنَحْنُ السَّنَامُ الْاَعْظَمُ.
وَنَحْنُ مِنَ الَّذِیْنَ بِنَا یَصْرِفُ اللّٰهُ عَنْكُمُ الْعَذَابَ.
مَنْ اَبْصَرَ بِنَا وَعَرَفَنَا وَعَرَفَ حَقَّنَا وَاَخَذَ بِاَمْرِنَا
فَهُوَ مِنَّا.

(م اش ا جلد ۳ : ۳۶ - ۳۲)

(ہم ہی اللہ کا پہلو ہیں،
(ہم ہی اللہ کی (مضبوط) رسی ہیں۔
(ہم بندوں پر اللہ کی رحمت ہیں۔
اور ہم ہی وہ لوگ کہ خداوندِ عالم ہمارے ہی ذریعے سے شروع کرنے والا"

اور ہمارے نبیؐ ذریعہ سے اختتام کو پہونچانے والا ہے۔
(ہم ہدایت کے پیشوا اور تاریکیوں (کے لئے) روشن چراغ ہیں۔
(ہم (سرچشمۂ) ہدایت ہیں۔
اہلِ دُنیا کے لئے وہ پرچم (حق) ہیں (جسے پروردگار عالم کی طرف سے
بلند کیا گیا ہے۔
(ہم ہی سبقت کرنے والے اور آخر (تک باقی رہنے) والے ہیں۔
(جو ہم سے وابستہ رہے گا (نجات پانے والوں سے) ملحق ہوجائیگا'
(اور جو ہم سے انحراف کرے گا وہ غرق ہوگا۔
(ہم روشن پیشانی (اور) نُورانی (چہرے والوں) کے پیشوا ہیں۔
(ہم اللہ کے حرم' اور اُس کا راستہ ہیں۔
خدا کی بارگاہ تک پہونچنے کے لئے، ہم صراطِ مستقیم ہیں۔
(ہم بندوں کیلئے اللہ کی نعمت ہیں۔
(ہم منہاج ہیں۔
نبوت کے معدن اور رسالت کے مرکز ہیں۔
(ہم دین کی اساس ہیں' اور ہماری طرف فرشتوں کی آمد و رفت
(رہی) ہے۔
جو ہم سے روشنی حاصل کرنا چاہے' اُس کیلئے ہم روشن چراغ ہیں۔
جو ہماری اقتداء کرے اُس کیلئے ہم سبیلِ (حق) ہیں۔
ہم جنّت کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔
ہم اسلام کی (مضبوط) رسّی ہیں۔
ہم (راہِ حق کے) پُل بھی ہیں قناطر بھی۔

جو ہماری (راہ) پہ چلے گا' سبقت لے جائے گا' جو ہم سے انحراف کریگا
وہ مٹ جائے گا۔
ہم' عظیم الشان (راہ) ہیں۔
ہم' اُن لوگوں میں سے ہیں کہ: خداوندِ عالم ہمارے ذریعے سے' تم لوگوں (پر
آنے والے) عذاب کو دور کرتا ہے۔
جو ہمارے بارے میں) بصیرت سے کام لے' ہماری معرفت حاصل کرنے
ہمارے حق کو پہچاننے اور ہمارے فرمان کو اپنی عملی زندگی میں) اپنائے وہی
ہمارا ہے)۔

(مناقب ابن شہر آشوب
جلد ۲' صفحہ ۳۶ - ۳۷)

امام محمد باقر علیہ السلام کی عبادت

عبادت انسانی زندگی کی وہ عظیم الشان سعادت ہے جو عبد و معبود کے درمیان رابطے کو استوار بھی کرتی ہے اور برقرار بھی رکھتی ہے۔

اسی مناسبت سے شاعر نے، نماز کے بارے میں بجا طور سے کہا ہے کہ:

نماز ہے بشریت عروج پاتی ہے
نماز عبد کو معبود سے ملاتی ہے

(۱)

اور مالکِ دوجہاں نے تو جن و انس کی خلقت کی غرض ہی، عبادت کو قرار دیا ہے جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو، صرف اس لئے پیدا کیا ہے، کہ وہ میری عبادت کریں)

(سورۃ الذاریات: آیت ۵۶)

(۲)

جس کے ذیل میں مفسرین نے لکھا ہے کہ:

"۔۔إِنَّ حَقِيقَةَ الْعِبَادَةِ تَتَمَثَّلُ فِي أَمْرَيْنِ رَئِيسِيَّيْنِ:

اَلْأَوَّلُ: هُوَ اسْتِقْرَارُ مَعْنَى الْعُبُودِيَّةِ لِلّٰهِ فِي النَّفْسِ، أَيِ اسْتِقْرَارُ الشُّعُورِ عَلَى أَنَّ هُنَالِكَ عَبْدًا وَرَبًّا، عَبْدًا يَعْبُدُ، وَ

رَبًّا يُعْبَدُ، وَأَنْ لَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ شَيْءٌ، وَأَنْ لَيْسَ هُنَالِكَ إِلَّا هٰذَا الْوَضْعُ وَهٰذَا الْإِعْتِبَارُ — لَيْسَ فِي الْوُجُودِ إِلَّا عَابِدٌ وَمَعْبُودٌ، وَإِلَّا رَبٌّ وَاحِدٌ وَالْكُلُّ لَهُ عَبِيدٌ۔

وَالثَّانِي:۔ هُوَ التَّوَجُّهُ إِلَى اللّٰهِ بِكُلِّ حَرَكَةٍ فِي الضَّمِيرِ وَكُلِّ حَرَكَةٍ فِي الْجَوَارِحِ، وَكُلِّ حَرَكَةٍ فِي الْحَيٰوةِ، التَّوَجُّهُ بِهَا إِلَى اللّٰهِ خَالِصَةً، وَالتَّجَرُّدُ مِنْ كُلِّ شُعُورٍ آخَرَ، وَمِنْ كُلِّ مَعْنًى غَيْرَ مَعْنَى التَّعَبُّدِ لِلّٰهِ۔"

(حقیقت یہ ہے کہ عبادت کا مفہوم، دو نہایت اساسی اور بنیادی باتوں میں جلوہ گر ہوتا ہے:

نمبر ایک یہ کہ:

نفس کے اندر خداوندِ عالم کی بندگی کا مفہوم راسخ ہو، یعنی یہ شعور پوری طرح دل کے اندر جاگزیں ہو کہ کائنات کے اندر عبد بھی ہے اور پروردگار بھی۔

"عبد" وہ ہے جو عبادت کرتا ہے۔
"پروردگار" وہ ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔
اس سے ماوراء کوئی شے نہیں ہے۔
یہی بات برمحل بھی ہے اور معتبر بھی کہ:
موجودات کی دو ہی قسم ہیں:
عابد — اور — معبود
"معبود" ایک ہے جو کائنات کا رب، سب کا پروردگار ہے۔
اور باقی تمام موجودات، اُس کے عبادت گذار ہیں۔

نمبر دو یہ کہ:

خداوندِ عالم کی طرف کامل ترین توجہ:

ضمیر کی ہر جنبش کے ساتھ۔

جوارح کے تمام حرکات کے ساتھ۔

اور زندگی کی ہر نمود کے ساتھ —— خدا کی طرف خالص توجہ۔

ایسی توجہ، جو دوسرے ہر احساس سے پاک ہو۔

اور جس میں اللہ کی بندگی کے علاوہ اور کوئی مفہوم موجود ہی نہ ہو)

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر ظلال القرآن ص)

۵

یہی وجہ ہے کہ خاصانِ خدا کی عبادت پر نظر کریں تو کمال انقطاع الی اللہ کا نمونہ نظر آتی ہیں، خصوصاً ہادیانِ برحق، ائمہ طاہرین علیہم السلام کی حیاتِ طیبہ پر غور کریں، اُن کی عبادت کا جو انداز معتبر مورخین کی زبانی ہم تک پہونچا، اُن پر فکر و تدبر کی نگاہ ڈالیں تو عبد و معبود کے درمیان رابطہ کی ایک رُوح پرور کیفیت، ہمارے پیغمبرؐ اور تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کی عبادت میں نمایاں نظر آتی ہے۔

حضور اکرم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کے بارے میں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ آپ نے اس کثرت سے عبادت فرمائی کہ مالکِ دوجہاں نے ارشاد فرمایا:

طٰہٰ۔ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى

(اے پاک و پاکیزہ (بندے)، ہم نے تم پر قرآن، اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم (اس قدر) مشقت اٹھاؤ)

(سورۂ مبارکہ طٰہٰ آیت ۱ و ۲)

جس کے ذیل میں اربابِ تفسیر نے لکھا ہے کہ حضرت رسولِ خدا ابتدائے رسالت میں علاوہ فرائض نبوت کے، عبادت میں بھی بہت مشقت کرتے تھے۔

دس برس تک ... رات رات بھر نماز پڑھی، یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سُوج گئے اور رنگ زرد ہوگیا جس کی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی اور خداوندِ عالم نے فرمایا کہ:

ہم نے قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ اتنی مشقت کریں۔

۵

اور امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی عبادت کے بارے میں مورخین کے درمیان مشہور ہے کہ آپ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، اور محویت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اگر دورانِ نماز پیروں سے تیر نکال لیا جائے، تو احساس نہ ہو۔

۵

اسی طرح حضرت امام حسن علیہ السلام کے بارے میں اربابِ سیرت نے لکھا ہے کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا، جسم مبارک پر ہیبت و جلالِ الٰہی کی عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی، اور اگر کسی نے سوال کر دیا کہ اے فرزندِ رسولؐ یہ کیا حالت ہے؟ ——

تو فرماتے تھے: تمہیں معلوم نہیں کس کی بارگاہ میں حاضری دے رہا ہوں!

۵

سرکارِ سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں تو تقریباً تمام مورخین نے لکھا ہے کہ ۹ محرم کو جب طبلِ جنگ بجنے والا تھا، آپ نے دشمن سے ایک شب کی مہلت طلب کی، تاکہ آپ اور آپ کے ساتھی، پوری رات، اپنے پروردگار کی، آخری بار، خوب اچھی طرح عبادت کر سکیں۔

۵

اور امام چہارم، سید الساجدین حضرت زین العابدین علیہ السلام کی عبادت کی عظمت و جلالت کون بیان کر سکتا ہے، جن کے بارے میں حضورِ اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ:

"جب قیامت کا دن ہوگا اور ایک منادی ندا کرے گا کہ:

"زین العابدینؑ (تمام عبادت گذاروں کی زینت) کہاں ہیں؟"

تو گویا میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ میرے نورِ نظر: "علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابیطالبؑ صفوں کے درمیان سے آگے بڑھیں گے۔"

(بحار الانوار جلد ۴۶ ص۲)

۶

اسی طرح امام پنجم حضرت محمد باقر علیہ السلام کی عبادت کے بارے میں اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ:

آپ پر وقتِ عبادت خضوع و خشوع کی نہایت منفرد کیفیت طاری ہوتی تھی، جس کی وجہ سے آپ بہت دیر تک گریہ و بکا کرتے رہتے تھے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں خالق دوجہاں نے، خاص عبادت گذار بندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"...اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا. وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ـــــ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا."

(بیشک وہ لوگ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے، ان کے پاس جب بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے، وہ... سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک اور بے نیاز ہے، ہمارے پروردگار کا

وعدہ (بلا شک و شبہ) پورا ہو کر رہنے والا ہے۔

وہ لوگ .... روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور یہ اُن کے خضوع و خشوع میں، اور اضافہ کرتا ہے)

(ملاحظہ فرمائیں سورہ مبارکہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۷ تا ۱۰۹)

جس کے ذیل میں مفسرین نے لکھا ہے کہ:

"وہ علماء جو... وحی کی حقیقت اور رسالت کی علامات سے واقف ہیں، وہ سجدہ ریز ہوتے ہیں (تو روتے جاتے ہیں) قرآن سن کر اُن پر خشیت و رقت طاری ہوتی ہے۔"

۷

گویا ہیبت و جلالِ الٰہی کا احساس اُن کے قلوب پر اس طرح حاوی ہو جاتا ہے کہ اُن کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور یہ گریہ و بکا، اُن کے تقربِ الٰہی میں مزید اضافہ کا ذریعہ بنتا ہے۔

۸

اس مقام پر وہ روایت بھی قابلِ ذکر ہے جو مناقب کی کتابوں میں پائی جاتی ہے جس میں امام علیہ السلام کے ایک غلام سے منقول ہے کہ:

میں، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مکۂ مکرمہ گیا۔

جب امام علیہ السلام بیت اللہ (حرم مقدس) میں داخل ہوئے اور "خانہ کعبہ" پر نگاہ پڑی تو نہایت شدت سے گریہ فرمایا:

اتنا روئے کہ مسجد میں آپ کی گریہ و بکا کی آواز بلند ہوئی۔

میں نے کہا ـــــ (اے فرزندِ رسولؐ)۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان!۔ چونکہ ہر طرف سے لوگ، آپ کو دیکھ رہے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ آپ اپنے

گریہ و بُکا کی آواز قدرے ہلکی کر لیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ :

"افسوس ہے تم پر (جو مجھے اس گریہ و بُکا سے روک رہے ہو)

"میں کیسے گریہ نہ کروں ـــــ جبکہ اُمید وار ہوں کہ اس گریہ و بُکا کی وجہ سے پروردگارِ عالم کی (خصوصی) رحمت میرے شاملِ حال ہوگی..."

اس کے بعد امام علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کا طواف شروع کیا جس کے اختتام پر مقامِ ابراہیمؑ کے پاس نماز ادا کی۔

جس جگہ آپؑ نے دورانِ نماز، سجدہ کے لئے پیشانی رکھی تھی، جب میں نے دیکھا تو وہ جگہ آپؑ کے آنسوؤں سے تر نظر آئی۔

(... منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸)



اور جنابِ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینیؒ کی روایت ہے کہ :

حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام فرماتے تھے :

"میرے والدِ بزرگوار، جب کسی بات سے غمزدہ ہوتے تھے تو خواتین اور بچوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے دعا فرماتے تھے، پھر وہ سب لوگ آمین کہتے تھے :

(ملاحظہ فرمائیں "کافی" جلد ۲ صفحہ ۴۸۷)



حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے یہ بھی منقول ہے کہ :

"میرے پدرِ بزرگوار، بہت کثرت سے ذکرِ خدا فرماتے تھے... بعض اوقات میں آپؑ کے ہمراہ کہیں جاتا تو دیکھتا تھا کہ دورانِ راہ بھی آپؑ

ذکر میں مشغول رہتے تھے۔

آپ کے ساتھ کھانا کھاتا، تب بھی یہ دیکھتا کہ آپؑ دورانِ غذا بھی ذکرِ خدا میں مصروف رہتے تھے۔

یہاں تک کہ جب لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوں... تب بھی آپؑ کے لبوں پر ذکرِ خدا ہوتا تھا۔

... اپنے اہلِ خاندان کو بھی ذکرِ خدا میں مشغول رہنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

جو لوگ قرآن پڑھنا جانتے تھے، اُن کو تلاوت قرآنِ پاک کرنے کی، اور جو لوگ قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے ان کو ذکرِ خدا کرتے رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔

(ملاحظہ فرمائیں: "کافی" جلد ۱، صفحہ ۴۹۹
بحوالہ منتہی الآمال، جلد ۲، صفحہ ۱۴۷)



عزاداری کا اہتمام

مظلومؑ کی فرشِ عزا بچھانا، اور ائمہ معصومینؑ کی شہادت پر گریہ و بکا کرنا، حضراتِ اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام کے نزدیک ایسا پسندیدہ عمل رہا ہے کہ ان خاصانِ خدا اور ہادیانِ برحق نے اپنے چاہنے والوں کو اس عمل کی تاکید فرمائی فرشِ عزا بچھانے والوں کی حوصلہ افزائی کی، اہلبیتِ کرام کے مصائب و آلام کے بارے میں مرثیہ کہنے والوں کو بیش بہا انعامات سے نوازا، اور ایسی عملی ہدایات نافذ فرمائیں کہ یہ عمل آگے بڑھتا رہے۔

و

امامِ پنجم حضرت محمد باقر علیہ السلام نے تو عزاداری کے قیام کے سلسلہ میں ایک منفرد اقدام فرمایا ہے، اور اپنے ماننے والوں، اور چاہنے والوں کے لئے ایک مثال قائم کی ہے کہ عزاداری کو کیسا امتیاز حاصل ہے، اور اس کے لئے ہمیں کس قدر جدوجہد کرنی چاہیئے۔

چنانچہ ———

کافی میں حمّاد نے حریز سے روایت کی ہے کہ:

اوصی ابوجعفر علیہ السلام بثمانمائة درھم لماتمہ، وکان یری ذلك من السنة...

(حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے آٹھ سو درہم اپنی عزاداری کے لئے (مخصوص فرمائے اور اس کے بارے میں) وصیت فرمائی،

(کیونکہ) آپ اسے سُنت قرار دیتے تھے)"

(ملاحظہ فرمایئے: اُصولِ کافی جلد ۳ صفحہ ۲۱۶
بحوالہ بحارالانوار جلد ۳۶ صفحہ ۲۱۵)

و

یونس بن یعقوب کی روایت ہے کہ: حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا

قال لی ابی: یا جعفر اوقف لی من مالی کذا، وکذا، للنوادب، تندبنی عشر سنین بمنی، ایام منی۔

مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے فرمایا:

"اے (میرے نورِ نظر) جعفر!۔

میرے فلاں فلاں مال سے اتنی مقدار وقف کردو۔ (حج کے زمانہ میں جب حجاجِ کرام منیٰ میں (ہوتے ہیں) دس سال تک، "منیٰ" میں میری عزاداری کی جائے")۔

ملاحظہ فرمائیں • کافی جلد ۵ ص۱۱۷
• من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص۱۱۶
• تہذیب جلد ۶، ص۳۵۸

و

غور فرمایئے!۔ "منیٰ" میں عزاداری کے قیام، اور اس کے بارے میں وصیت کرنے میں کیسی شاندار حکمت پوشیدہ ہے!

کون نہیں جانتا کہ:

منیٰ وہ جگہ ہے جہاں دنیا بھر کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے لاکھوں حجاجِ کرام ڈھائی تین شب و روز، قیام کرتے ہیں۔

کیونکہ حجاجِ کرام، حج کا احرام باندھنے کے بعد ۹ ذی الحج کو دوپہر سے شام تک

عرفات میں رہتے ہیں۔ ۹ کا دن گذرنے کے بعد شب ۱۰ ذی الحجہ (مزدلفہ) (مشعر الحرام) میں بسر کرتے ہیں، اور دسویں ذی الحجہ کی صبح کو منیٰ میں وارد ہوتے ہیں، جہاں ۱۲ تاریخ کو زوال کے وقت تک اُن کا قیام لازمی ہے، کچھ حضرات ۱۳ ذی الحجہ کی شب بھی وہیں گذارنے کے پابند ہوتے ہیں۔

آج کل دنیا کے ۶۵-۷۰ ملکوں سے تقریباً ۲۰ لاکھ افراد، مذکورہ بالا تاریخوں میں "منیٰ" میں ہی رہتے ہیں۔

وہ

یہی وہ عظیم الشان وادی ہے، جہاں خداوندِ عالم کے نہایت عظیم المرتبت پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خوشنودیِ خدا کی خاطر اپنے بیٹے جناب اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کرنے کے لئے انھیں زمین پر لٹا دیا تھا۔

روایات کے مطابق، اُن کے پیروں میں رسّی باندھی، اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی، ہاتھ میں چُھری لی، اور خواب میں جو منظر دیکھا تھا، اُس حکمِ خدا کی تعمیل کرتے ہوئے رضائے پروردگار کی خاطر اپنے فرزند کے گلے پر چُھری رکھ دی۔

لیکن جس وقت وہ چھری چلانا چاہتے تھے، جنابِ جبرئیلؑ امین نے، حضرت اسمٰعیلؑ کو ہٹایا، اور اُن کی جگہ، جنّت سے لایا ہوا ایک دُنبہ رکھ دیا، اس طرح دُنبہ ذبح ہوگیا۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ بچ گئے۔

وہ

اس واقعے کی یاد مناتے ہوئے، دنیا بھر کے مسلمان، دسویں ذالحجہ کو جہاں بھی ہوں، ایک دُنبہ یا بکرا، خدا کی راہ میں قربان کرتے ہیں۔

اور حاجی صاحبان، جو اُس دن منیٰ میں ہوتے ہیں، وہ حج کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ کے طور پر خدا کی راہ میں ایک حلال جانور کی

قربانی پیش کرتے ہیں، جس کے اندر یہ روحانی پیغام پوشیدہ ہے کہ:

"پالنے والے ـــــ آج تُو نے جانور کی قربانی طلب کی ہے، تو تیری راہ میں ایک جانور پیش کر رہا ہوں۔

کل اگر تُو نے اپنے دین کی سربلندی اور حق کی حفاظت کے لئے میری جان کی قربانی طلب کی تو اُسے بھی پیش کرنا سعادت سمجھوں گا۔

کیونکہ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

وہ

اور "عزاداری"۔ اُن ہی خاصانِ خدا کی یاد منانے، اُن کے غم میں سینہ کوبی کرنے، اُن کے ذکر کے لئے مجالس منعقد کرنے، اور اُن کی قربانیوں کی تشہیر کے لئے عَلَم و تعزیے اٹھانے، اور انکے نام کے جلوس نکالنے کا نام ہے۔

وہ

حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام نے اس عمل کو اس قدر اہمیت دی کہ پیرانہ سالی کے باوجود کھیتوں میں مزدوری کرکے، باغوں میں پانی دے کر بے پناہ محنت و مشقت کے ذریعہ سے ایک رقم جمع کی، اور اس کے بارے میں وصیت فرمائی کہ:

اس کے ذریعہ سے "منیٰ" میں عزاداری کی جائے۔

تاکہ دنیا بھر کے مختلف علاقوں سے، مختلف مکاتبِ فکر کے، جو لاکھوں افراد جمع ہیں انھیں اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے حالات سے باخبر کیا جائے، امامؑ کی خدمات، اور خاندانِ رسالت کی عظمت کا تذکرہ کیا جائے اور مظلومؑ کی شہادت پر گریہ و بکا کر کے خوشنودیٔ پروردگار کا سامان کیا جائے۔

○

اور اگرچہ مذکورہ بالا روایت کے مطابق امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی عزاداری کے سلسلے میں وصیت فرمائی تھی تاہم اس میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ امام علیہ السلام اُسے سُنّت قرار دیتے تھے۔

○

اور حقیقت یہ ہے کہ اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام نے عزاداری کے سلسلے میں جو ہدایات دی ہیں، وہ اتنی کثرت سے ہیں کہ ہماری معتبر کتابیں اُس کے ذکر سے مالامال ہیں، خصوصاً سرکارِ سیّد الشہدا حضرت امام حُسین علیہ السلام کی عزاداری کے بارے میں تو سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے عالم اسلام کے علوم و معارف کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

—— چنانچہ ——

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

حضرت امام حُسین علیہ السلام کمسنی کے عالم میں اپنے جدِّ بزرگوار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو آنحضرتؐ انھیں اپنی آغوش میں لے کر گلوئے مبارک کا بوسہ لیتے تھے اور گریہ فرماتے تھے۔

ایک روز نواسےؑ نے دریافت کیا کہ۔

"آپ اس جگہ کا بوسہ کیوں لیتے ہیں۔؟

فرمایا کہ: یہ وہ جگہ ہے جہاں تمہارے دشمنوں کی شمشیر چلے گی۔

پوچھا:۔ "کیا وہ مجھے شہید کریں گے؟

فرمایا کہ:۔ تم، تمہارے بھائیؑ، تمہارے والدؑ... سب شہید کئے جائیں گے۔

○

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

ایک روز امام حُسین علیہ السلام حضرت رسولِ خداؐ کی آغوش میں بیٹھے تھے۔ اور آنحضرتؐ اُن سے کھیل رہے تھے اور ایسی باتیں کر رہے تھے جن سے وہ شہزادہ خوش ہو۔

یہ دیکھ کر آپ کی ایک زوجہ نے دریافت کیا:

"اے خدا کے رسولؐ، آپ کو اس بچّے سے بڑی محبّت ہے!

فرمایا:۔ میں کیسے ان سے محبّت نہ کروں ۔۔ اور ان سے میرا دل کیوں نہ خوش ہو، جبکہ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک (میرے دل کا سرور) اور میرے لئے میوۂ قلب ہیں۔

افسوس! میری اُمّت کے لوگ اِن کو قتل کر دیں گے...

○

حمیری نے قرب الاسناد میں نقل کیا ہے کہ...

امیرالمومنین حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام اپنے دو صحابیوں کے ہمراہ سرزمین "کربلا" کی طرف تشریف لے گئے تھے۔

جب اُس صحرا میں پہونچے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری

ہوگئے۔

اس موقع پر آپ نے (لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا:

"یہ وہ جگہ ہے جہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی۔"

"یہاں ان کے اسبابِ سفر اتارے جائیں گے۔"

"اور اِس مقام پر اُن کے خون بہائے جائیں گے۔"

(۵)

شیخ صَدوقؒ کی روایت ہے کہ:

ایک روز حضرت امام حُسین علیہ السلام اپنے برادرِ بزرگ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بھائیؑ کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی رونے لگے۔

امام حسنؑ نے پوچھا:۔ (اے برادر) رونے کا کیا سبب ہوا؟

فرمایا کہ: "آپ پر جو آزمائشیں اور مصیبتیں وارد ہونے والی ہیں اُن کے تصور سے گریہ کر رہا ہوں۔"

یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"مجھ پر جو مصیبت نازل ہونے والی ہے، وہ تو بس یہ ہے کہ مجھے زہر دے کر (شہید کیا جائے) گا۔ لیکن تم پر (جو مصائب و آلام نازل ہونے والے ہیں اُن کی تو کوئی مثال نہیں ہے)

لَایَوْمَ کَیَوْمِكَ (تمہارے دن جیسا کوئی دن نہیں ہے)

تیس ہزار افراد تم پر حملہ آور ہوں گے، جن میں سے ہر ایک اس بات کا دعویدار ہوگا کہ وہ تمہارے نانا کی اُمت سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ لوگ اسلام کے دعویدار بھی ہوں گے، اور تمہیں قتل کرنے

تمہارا خون بہانے، تمہاری حرمت پامال کرنے، تمہاری اولاد اور اہلِ خاندان کو قیدی بنانے اور تمہارے مال و متاع کو لوٹنے پر کمربستہ بھی ہوں گے۔

... (تمہاری شہادت پر) آسمان سے خون کی بارش ہوگی۔ اور تمام مخلوقات، حتیٰ کہ وحوش بیابانوں میں، اور مچھلیاں پانی میں، تم پر گریہ و بُکا کریں گی۔

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

(امالی شیخ صدوق ص۱۰۱ حدیث ۱)

(۶)

جناب ابنِ قولویہ کا بیان ہے کہ:

جس دن بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس (اُن کے جدِ بزرگوار) حضرت امام حُسین السلام کا ذکر ہوتا... تمام دن آپ غمزدہ اور رنجیدہ رہتے اور فرماتے کہ:

"جناب امام حُسین علیہ السلام (کے مصائب پر) ہر مومن کو گریہ و بُکا کرنا چاہیئے)

(کامل الزیارات ص۱۰۱)

(۷)

ابو حمارہ مُنشد کی روایت ہے کہ:

ایک روز میں، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

امام حسین علیہ السلام کے مرثیے کے کچھ اشعار پڑھو۔

میں نے مرثیہ پڑھنا شروع کیا تو امام رونے لگے ———
(اب صورتِ حال یہ تھی کہ جیسے جیسے) میں مرثیہ (کے اشعار) پڑھتا تھا، امام کے رونے کی آواز بلند) ہو رہی تھی، یہاں تک کہ آپ کے گھر کے اندر سے بھی گریہ و بکا کی آواز بلند ہوئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ :

امام علیہ السلام نے ابو عمارہ سے فرمایا کہ :

جس طرح اس مرثیہ کو اپنے ہاں پڑھتے ہو، اور نوحہ و بکا کرتے ہو، اسی انداز سے پڑھو۔

جب میں نے نوحہ و بکا کے انداز سے پڑھا تو امام علیہ السلام نے بہت گریہ فرمایا، اور پردے کے پیچھے سے خواتین کے رونے کی آواز بھی بلند ہوئی۔

راوی کہتا ہے کہ : جب میں مرثیہ پڑھ چکا تو امام علیہ السلام نے مرثیہ پڑھنے والے اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر رُلانے والے کے اجر و ثواب کو بیان فرمایا۔

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیں :
(بحار الانوار، جلد ۴۴، صفحہ ۲۸۲)

اور جناب شیخ عباس قمی کی روایت ہے کہ :

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (خداوندِ عالم کی طرف سے) یہ حکم دیا گیا کہ وہ جنابِ خضرؑ سے ملاقات کر کے (اُن سے مخصوص) علم حاصل کریں ——— تو دونوں کی ملاقات میں پہلی چیز جو

دورانِ گفتگو پیش آئی وہ یہ تھی کہ :

جنابِ خضرؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُن مصائب و آلام کا ذکر کیا جو اہلبیتِ پیغمبرؐ کو پیش آنے والے تھے، جس پر دونوں نے بہت زیادہ گریہ کیا۔

اور جناب ابن عباس سے منقول ہے کہ :

میں مقامِ ذی قار میں، امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی خدمت میں پہونچا، تو آپؑ نے ایک صحیفہ نکالا، جس میں تحریر جنابِ امیرؑ کی تھی، مگر اسے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے املا فرمایا تھا۔

جنابِ امیر علیہ السلام نے وہ صحیفہ مجھے پڑھ کر سنایا۔
اس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقتل کے بارے میں لکھا تھا کہ :

- وہ کس طرح شہید کئے جائیں گے۔
- کب اور کون اُن کی مدد و نصرت کرے گا۔
- اور کون کون اُن کے ساتھ شہید ہوگا۔

صحیفہ پڑھتے وقت آپ پر سخت گریہ طاری ہوا، اور میں بھی (شدت سے) رویا۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت رسول خدا اور ہمارے ائمہ کرام علیہم السلام نے حضرت امام حسینؑ پر گریہ و بکا کرنے والوں کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔

چنانچہ اہلبیتِ کرامؑ کے دامن سے وابستہ افراد ہر دور اور ہر زمانہ میں مظلوم کی عزاداری کا اہتمام کرکے اُن سے اپنی قربت اور محبت کا اظہار بھی کرتے ہیں، ان کے فضائل و مناقب کے ذکر سے اپنی روح کی بالیدگی کا سامان بھی کرتے ہیں، اُن کے مصائب پر گریہ و بکا کرکے شہزادیٔ کونین حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی خوشنودی حاصل کرنے کی سعی بھی کرتے ہیں، اور اُن کے دشمنوں پر نفرین کرکے ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بھی بلند کرتے ہیں۔



امام محمد باقرؑ کے حکم سے اسلامی سکوں کی ایجاد

امام پنجم، حضرت محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں، عیسائی حکمران (قیصرِ روم) کی طرف سے مسلمانوں اور خاص طور سے سرکارِ رسالت مآبؐ کی شان میں جس گستاخی کا منصوبہ بنایا گیا تھا اُسے امام علیہ السلام نے ایسے تدبر کے ساتھ ناکام بنایا جسے ہر دور میں یاد رکھا جائے گا۔

علامہ کسائی کا بیان ہے کہ:

ایک روز خلیفہ ہارون الرشید نے مجھ سے پوچھا:

"جانتے ہو کہ سب سے پہلے اسلامی سکہ "درہم و دینار" کس نے جاری کیا۔؟

میں نے کہا کہ (میں بس اتنا جانتا ہوں کہ) عبدالملک (کے زمانہ میں ایجاد ہوئے)

خلیفہ نے پوچھا: تمہیں معلوم ہے اس کا سبب کیا تھا، اور کس طرح ایجاد ہوئے۔؟

میں نے کہا: نہیں ـــــ یہ بات تو مجھے معلوم نہیں ہے!

خلیفہ نے بتایا کہ:

سابق زمانہ میں کاغذ رومیوں کے کارخانے سے آتا تھا، اور مصر کے لوگ زیادہ تر نصرانی تھے جو قیصرِ روم کا مذہب تھا، اس لئے ہر کاغذ پر "مارک" اس طرح ہوتا تھا:

"ابن - اب - روح"

مگر چونکہ یہ طراز (مارک) رومی زبان اور طغرے میں ہوتا تھا، اس لئے عام لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔

ایک دفعہ حکمراں کو شبہ ہوا، اس نے مترجم سے کہا کہ اس پر جو عبارت طغرے کے اندر ہے اس کا عربی زبان میں ترجمہ کرو۔

مترجم نے بتایا کہ (عیسائی مذہب کے مطابق) اقانیم ثلاثہ (اب، ابن، روح) کا مارک بنایا گیا ہے۔

جس کے بعد خلیفہ نے مصر کے گورنر کو لکھا کہ اس عیسائی مارک کو موقوف کرو، پردہ، اور جو کپڑے وغیرہ تیار ہوں اُن سب سے یہ مارک موقوف کر دیا جائے۔

چنانچہ اس وقت سے کاغذ پر، عیسائیوں کی اُس پسندیدہ عبارت کے بجائے، یہ جملہ لکھا جانے لگا۔

"شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ"

جب اس نئے مارک کے کاغذوں نے جس پر کلمۂ توحید ثبت تھا، رواج پایا، تو قیصرِ روم کو نہایت ناگوار گذرا۔

اُس نے خلیفۂ وقت کو لکھا کہ:

"جو کاغذ پہلے جاری تھا اُسے (اُسی مارک کے ساتھ) جاری رکھو —— اس کے ساتھ ساتھ اُس نے بہت کچھ تحفے اور ہدیہ کے طور پر بھیجا۔

مگر خلیفۂ وقت نے اُس کے نمائندہ کو، اُن تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ واپس کر دیا اور قیصرِ روم کے خط کا جواب بھی نہیں دیا۔

قیصر نے دوبارہ سفیر بھیجا اور تحفہ و ہدیہ کی مقدار دوگنی کر دی، اور خط لکھا کہ:

"معلوم ہوتا ہے تم نے میرے ہدیہ کی مقدار کو کم سمجھا، اب میں اُسے دوگنا کر کے روانہ کر رہا ہوں ——

بہتر ہے کہ تم سابق مارک والے کاغذ کو ہی رہنے دو۔

خلیفۂ وقت نے دوبارہ اُس کے سفیر کو اُس کے تحفوں اور ہدیوں سمیت واپس کر دیا، اور خط کا کوئی جواب بھی نہیں دیا۔

تیسری دفعہ قیصرِ روم نے اُسے تہدید آمیز خط لکھا کہ:

"تم نے میرے خط کا جواب نہیں دیا اور میری بات بھی منظور نہیں کی اب میں مسیح کی قسم کھاتا ہوں کہ:

"اگر تم نے "رومی مارک" کے رواج کا حکم نہیں دیا اور اپنے اس نئے اسلامی مارک کو بند نہیں کیا تو میں بھی درہم و دینار کے سکوں کے بارے میں حکم جاری کر دونگا کہ اُس پر تمہارے رسولؐ کو گالیاں کھلے لفظوں میں نقش کی جائیں، اور اُنہیں تمہارے ممالک میں اچھی طرح رائج کیا جائے۔

اور تمھیں یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ اسلامی ممالک میں کوئی سکہ رائج نہیں ہے ہمارے ملکوں میں سکوں پر جو نقش ہوتا ہے وہی سکہ تمہارے ملکوں میں جاری کیا جاتا ہے لہٰذا تم اچھی طرح سوچ لو کہ اگر ہم نے ان سکوں پر تمہارے رسولؐ کے بارے میں یہ کچھ نقش کرا کے رائج کر دیا تو تمہاری کیا حالت ہوگی؟

اس لئے میرا خط پڑھنے کے بعد اپنی نخوت اور خود پسندی سے باز آجاؤ، اور میرا یہ ہدیہ قبول کر کے، بدستورِ سابق "رومی مارک" کے رواج کا حکم دے دو، جس سے ہماری اور تمہاری سابقہ محبت بحال و برقرار رہے۔

(۵)

قیصرِ روم کا خط جب خلیفۂ وقت کو ملا تو اس کی عبارت پڑھ کر اور اپنی بے بسی دیکھ کر خلیفۂ وقت پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔

ایک طرف اسلامی سلطنت کی حکمرانی تھی، جس کا تقاضہ یہ تھا کہ بظاہر، اور

دکھاوے کیلئے ہی سہی مگر حضورِ اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ مبارک کی بے حرمتی نہ ہونے دی جائے۔

دوسری طرف اپنا کشکولِ گدائی تھا جسے توڑنے کی ہمت نہیں تھی۔

تمام بازاروں میں سکے تو وہی چل رہے تھے، جو رومیوں کے ٹیکسالوں میں ڈھلے جاتے تھے، مسلمانوں نے اپنا نہ کوئی سکہ ڈھالا تھا، نہ اس طرف توجہ دی تھی۔ انھیں تو اپنے عیش و عشرت سے فرصت ہی کب تھی۔؟

ہاں اہلبیتِ پیغمبرؐ پر ظلم و ستم ڈھانے میں ہر حکمران، ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔

(۵)

یہ اور بات ہے کہ جب پریشانی و آزمائش میں مبتلا ہوتے تھے تو سوائے علیؑ اور اولادِ علیؑ کے انھیں کسی اور دروازے سے بھیک نہیں ملتی تھی، اور نہ کوئی اور شخص تھا، جو ان کی گتھی کو سلجھا سکے۔

چاہے وہ ابتدائی دور ہو۔ کہ خلیفۂ وقت کو جب بھی مشکل پیش آئی، انہوں نے امیرالمومنین حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے دروازے پر دقّ الباب کیا، مسئلہ پیش کیا، اور مولاؑ نے اُسے حل کر دیا، تو یہ اعلان کرتے ہوئے واپس گئے کہ:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ — اگر علیؑ نہ ہوتے تو... (میں) ہلاک ہو جاتا)

اور کبھی یہ دعا کرتے ہوئے نظر آئے کہ:

لَا اَبْقَانِیَ اللّٰهُ لِمُعْضِلَةٍ لَیْسَ لَهَا اَبُو الْحَسَن

(خداوندِ عالم مجھے کسی ایسی مشکل کے لئے زندہ نہ رکھے جس کے (حل کرنے) کے لئے ابوالحسن (علیؑ بن ابی طالبؑ) موجود نہ ہوں۔

خلیفۂ وقت عبدالملک کو بھی ایسی ہی صورتِ حال کا سامنا تھا۔

جس قدر علماء، فضلاء، حکماء اور اہلِ صنعت و حرفت تھے، سب کو جمع کر کے رائے لی گئی کہ ایسے نازک موقع پر کیا تدبیر اختیار کی جائے اور قیصرِ روم کی طرف سے جو دھمکیاں مل رہی ہیں ان سے کس طرح بچا جائے۔

لیکن سب کے ہوش اُڑے ہوئے تھے، کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح یہ پریشانی دور ہو اور اپنی بات بنی رہے۔

بہت غور و خوض کے باوجود کسی سے کوئی جواب بن نہ سکا —— تو خلیفۂ وقت کے نائب: روح بن زنباغ نے نہایت آزادی اور جرأت سے کام لیتے ہوئے عرضداشت پیش کی، اور خلیفۂ وقت سے کہا کہ:

آپ اُن بزرگ کو خوب جانتے ہیں، جن کے ذریعہ اِس مصیبت سے نجات مل سکتی ہے[۱]۔ مگر آپ عمداً اُن سے کنارہ کش ہیں!

عبدالملک نے کہا: وائے ہو تم پر، بتاؤ وہ کون بزرگ ہیں (جن سے میں عمداً کنارہ کشی کر رہا ہوں)؟

روح بن زنباغ نے کہا کہ:

ان سنگین حالات میں، مناسب ہے کہ آپ (خاندانِ رسالتؐ کے چشم و چراغ) حضرت محمد باقر علیہ السلام کی طرف رجوع کریں، کیونکہ ایسے موقع پر صرف اُن ہی کے ذریعہ سے یہ آفت ٹل سکتی ہے۔

خلیفۂ وقت نے اقرار کیا کہ:

"تم سچ کہتے ہو۔

اس کے بعد اُس نے مدینہ منورہ کے گورنر کے نام خط لکھا کہ حضرت

[۱] بلکہ دین و دنیا کی ہر مصیبت سے نجات مل سکتی ہے۔

امام محمد باقر (ع) کی خدمت میں درخواست پیش کرو، اگر وہ آمادہ ہوں تو) انھیں عزت و احترام کے ساتھ یہاں روانہ کرو۔

خبردار! اُن کی روانگی کے سلسلہ میں کسی قسم کی بے ادبی نہ ہونے پائے بلکہ ملاطفت اور بہت نرمی کے ساتھ روانہ کرنا، جس کو وہ چاہیں اپنے ہمراہ لائیں اور جس طرح پسند کریں اُسی طرح سفر اختیار کریں۔

(۷)

امام علیہ السلام کے لئے، گورنر مدینہ کو خط بھیجنے کے بعد، خلیفۂ وقت نے قیصر روم کے سفیر کو اپنے پاس بطورِ مہمان ٹھہرالیا۔

جب امام علیہ السلام تشریف لائے اور خلیفۂ وقت نے آپؑ سے پورا واقعہ بیان کیا تو امامؑ نے فرمایا کہ:

"یہ بات ایسی تو نہیں ہے جس کے لئے تم اس قدر پریشان ہو (اور نہ یہ کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کا حل کرنا دشوار ہو)

پہلی بات تو یہ ہے کہ: خداوند عالم (اپنے پیغمبرؐ اور اُن کے لائے ہوئے دین کی) حفاظت کرنے والا ہے، وہ قیصرِ روم کو کبھی اس ارادہ میں کامیاب نہ ہونے دے گا کہ وہ حضرت رسولِ خدا پر سب و شتم جاری کرا سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ: تم مجبور و بے اختیار نہیں ہو —— بلکہ (اسلامی وقار کے تحفظ) کی بخوبی تدبیر کر سکتے ہو!

خلیفۂ وقت نے پوچھا: میں کیا تدبیر اختیار کروں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

کاریگروں کو بُلوا کر درہم و دینا کے اسلامی سکے ڈھلوا سکتے ہو جس کے ایک طرف کلمۂ توحید ثبت ہو اور دوسری طرف حضرت رسولِ خدا کا اسمِ مبارک۔

اور اس کے حلقہ میں شہر کا نام اور سکہ ڈھلنے کا سال لکھواؤ۔

(اور پھر اس کو تمام اسلامی ممالک میں عام کر دو) کہ یہی اسلامی سکہ قرار پائے۔

(۸)

اس کے بعد امام علیہ السلام نے درہم و دینا کے اوزان بتائے کہ:

درہم کے تین سکے اس وقت رائج ہیں۔

(۱):- "بغلی"۔ جو دس مثقال کے دس ہوتے ہیں۔

(۲):- "سمری خفاف"۔ جو چھ مثقال کے دس ہوتے ہیں۔

(۳):- (ایک اور ... جو) پانچ مثقال کے دس (ہوتے ہیں) —— !

(مجموعی طور سے یہ) کُل "۲۱" مثقال ہوئے۔

اس کو "۳" پر تقسیم کیا تو، مثقال ہوئے اور (آپؑ نے) اسی سات مثقال کے "دس" درہم بنوائے، اور اسی، مثقال کی قیمت کے سونے کا دینار بنوایا جس کی مالیت دس درہم کے برابر قرار پائی۔

(اس زمانہ میں جو درہم رائج تھا) اس کا نقش چونکہ فارسی میں تھا اس لئے آپ نے بھی اس کا نقش فارسی میں ہی رکھا، اور دینا کا سکہ رومی حرفوں میں (ڈھالا گیا) کیونکہ اسی انداز کے سکوں کا رواج تھا۔

سکہ ڈھالنے کا سانچہ کانچ کا بنوایا گیا تاکہ کمی بیشی سے محفوظ رہے۔

(۹)

مذکورہ بالا تمام ہدایات دینے کے بعد امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"اس اسلامی سکے کو تمام بلادِ اسلامیہ میں رائج کر دو، اور اس مضمون کا فرمان جاری کر دو کہ: ہر شخص اس سکے کو استعمال کرے، خلاف ورزی کرنے والا،

سزا کا مستحق ہوگا۔

اس طرح رومی سکہ کا استعمال ہی موقوف ہو جائے گا، اور ہمارا سکہ ہی ہر جگہ رائج ہو جائے گا۔

خلیفۂ وقت نے امام علیہ السلام کی ہدایات کے مطابق اسلامی سکہ بنوایا، اور ہر جگہ اس مضمون کا فرمان بھیج دیا کہ :

جو شخص بھی اس سکہ کا علاوہ، کوئی اور سکہ استعمال کرے گا اُسے سزا دی جائے گی۔

جب یہ سارا عمل مکمل ہوگیا، اور اسلامی نقوش پر مشتمل سکے ڈھال کر بازار میں رائج کر دیئے گئے تو قیصرِ روم کے سفیر کو واپس جانے کی اجازت دی گئی، اور جیسا امام علیہ السلام نے فرمایا تھا، خلیفۂ وقت نے اُس سفیر سے کہا کہ :

"قیصرِ روم سے جاکر کہہ دینا کہ :

جس بات کی تم نے دھمکی ہے اُسے کر ڈالو کہ خداوندِ عالم اُس کے بُرے ارادے کو کبھی کامیاب نہ ہونے دے گا۔

میں نے تمہارے سکوں کو اپنے ملکوں میں ممنوع قرار دے دیا ہے اور اس مضمون کا فرمان جاری کر دیا ہے کہ :

جو شخص رومی سکہ یا رومی ملک کی چیزوں کو استعمال کرے گا۔ اُسے سزا دی جائے گی۔

قیصرِ روم کے پاس جب اُس کا سفیر پہونچا، اور اُس نے خلیفۂ وقت کا جواب پہونچایا، تو وہ دم بخود رہ گیا۔

لوگوں نے اس سے کہا بھی کہ: "تم نے بادشاہِ عرب کو جو دھمکی تھی کہ رسولِ خداؐ

کی شان میں گستاخانہ بات لکھوا کر اُسے رائج کراؤ گے (اور بلادِ اسلامی میں ایسے سکے پھیلاؤ گے جن میں حضورِ اکرمؐ کے لئے نازیبا بات لکھی ہوگی) —— اب اپنی اُس دھمکی پر عمل پیرا کیوں نہیں ہوتے۔؟

قیصرِ روم نے کہا کہ :

"جس وقت میں نے وہ دھمکی دی تھی، اُس وقت میں واقعاً ایسا کر سکتا تھا، لیکن اب مجبور ہوں۔

کیونکہ جب اہلِ اسلام، میرے رائج کردہ سکہ سے لین دین ہی نہیں کریں گے تو پھر اُسے رائج کرنے کا فائدہ کیا ہے۔؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے، خلیفۂ وقت سے فرمایا تھا کہ :

"پہلی بات تو یہ ہے کہ : خدا حفاظت کرنے والا ہے۔"

یہ بات من وعن اس طرح صحیح ثابت ہوئی کہ قیصرِ روم اپنی دھمکی پر عمل کرنے کے قابل ہی نہ رہا۔

اور امام علیہ السلام کی حکمتِ عملی کے سبب پورے بلادِ اسلامی میں وہ سکہ رائج ہو گیا جو اہلبیتؑ کا تعلیم کردہ تھا۔

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے ؛
حیاۃ الحیوان دمیری مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۶۳)



اس طرح یہ بات ایک بار پھر واضح ہوئی کہ جب بھی دینِ خدا پر کوئی سخت گھڑی آئی، تو خاندانِ رسالت کے افراد، حضرات اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام نے ہی آگے بڑھ کر اُس مشکل کو حل فرمایا۔

اور مسلمانوں کے عظیم المرتبت دینی رہنما، فرقۂ معتزلہ کے پیشوا جناب علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے تو سرکار ابوطالبؑ اور اُن کی اولاد کے بارے میں صدیوں پہلے اپنے اشعار کے ذریعہ سے تاریخ کی عظیم صداقت کا اعلان کیا ہے۔

جن میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ:

لَوْلَا اَبُوْ طَالِبٍ وَ ابْنُہٗ

لَمَا مَثُلَ الدِّیْنُ شَخْصًا فَقَامَا

(اگر جناب ابوطالبؑ اور اُن کے فرزند نہ ہوتے

تو (گویا)، دین کی عمارت استوار ہی نہ ہوتی)!

❁

دعوتِ ذُوالعشیرہ سے فتحِ مکہ اور غزوۂ حُنین تک، پھر جمل و صفین سے کربلا کے معرکۂ کارزار تک دینِ خدا کیلئے حضرت ابوطالبؑ اور اُن کی اولاد کی قربانیوں کو کون نظر انداز کر سکتا ہے۔

وفاتِ پیغمبرؐ کے بعد جب اہلِ دُنیا نے اہلبیتؑ سے منہ موڑا، اور امیرالمومنین حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام جو تمام معرکوں میں فاتح تھے، انہوں نے اپنے منصب کی قربانی دے کر پچیس سال کی خاموشی اختیار کی —— اور پھر مسجدِ کوفہ میں عین حالتِ نماز میں اپنی جان کی قربانی پیش کی —— آپ کے بعد آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت امام حسنؑ نے، جو اپنے باپ کے برحق جانشین پیغمبرِ اکرمؐ کے منتخب نائب اور حجتِ خدا تھے زمانہ کی بدلی ہوئی روش دیکھی تو منصبِ اقتدار کی قربانی دے کر گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی۔

دشمنوں نے اس کے باوجود آپؑ کو چین نہ لینے دیا، بلکہ زہرِ دغا کے ذریعہ سے آپؑ کو شہید کر دیا۔

اور پھر وہ وقت بھی آیا جب راکبِ دوشِ رسولؐ، امامِ انس و جاں، شہزادۂ کونین حضرت امام حسین علیہ السلام نے دینِ خدا کی سربلندی، شریعتِ مصطفٰےؐ کی حفاظت اور حق کی حمایت و نصرت کے لئے اپنی اولاد، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور اعوان و انصار کی قربانی پیش کرنے کے بعد اپنا سر بھی پیش کر دیا۔ جسے شاعر نے ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا، کہ:

بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است

پس بنائے لاالٰہ گردیدہ است

❁

اسی طرح، خاندانِ رسالت کے افراد، ائمہ طاہرین علیہم السلام اور اُن کے سچے جاں نثاروں نے ہر دور میں دینِ خُدا کی سربلندی کے لئے، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا جس کے ذریعہ سے باطل کی نابودی اور حق کی سربلندی کا سامان ہوا۔

تا قیامت قطعِ استبداد کرد

خونِ او تازہ چمن ایجاد کرد

❁

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے عہد میں جب ناموسِ رسالتؐ کو ایک نئی جہت سے آزمائش کا سامنا ہوا، تو امام علیہ السلام آگے بڑھے اور انہوں نے اپنی خداداد حکمت سے باطل کی پوری سازش کا قلع قمع کر دیا۔

❁

اور یہ وسعتِ قلب بھی صرف خاندانِ رسالتؐ کے افراد، اور اہلبیتِ عصمت و طہارت کے نمائندوں ہی میں ملے گی کہ:

اگر بدترین دشمن بھی مدد و نصرت کا طلب گار ہوا تو آپ حضرات نے کسی موقع پر مدد و نصرت

سے دریغ نہیں کیا۔

اُن لوگوں پر احسان بھی نہیں جتایا۔

اُن سے یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگ تو ہم سے ازلی دشمنی رکھتے ہو، اب مدد مانگنے کیوں آئے ہو۔؟

نہ یہ احساس دلایا کہ :

ہمیں چھوڑ کر جن لوگوں کو تم نے دین کا پیشوا اور مذہب کا ذمہ دار قرار دے رکھا ہے اُن ہی کو اس مشکل وقت میں پکارو۔

و

کون نہیں جانتا کہ خاندان بنی اُمیّہ ہی اسلام کی دشمنی میں سب سے آگے رہا ہے:

جب حضورِ اکرمؐ نے اعلانِ رسالت کیا تو سب سے زیادہ مخالفت بنی امیّہ نے کی۔

حضورِ اکرمؐ کی ۱۳ سالہ مکّی زندگی میں آپؐ کی ایذا رسانی میں بنی امیّہ ہی سب سے پیش پیش نظر آئے۔

شبِ ہجرت پیغمبرِ اکرمؐ کے قتل کا منصوبہ بنی امیّہ اور اُن کے ہمنواؤں نے بنایا۔

ہجرت کے بعد، حضورِ اکرمؐ کو مدنی زندگی میں جن جنگوں کا سامنا کرنا پڑا اُن میں سے بیشتر جنگوں کی سازش بنی اُمیّہ نے تیار کی۔

پیغمبرِ اکرمؐ کی رحلت کے کافی عرصہ کے بعد، جس وقت امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے زمامِ اقتدار سنبھالی تو آپؑ کے مقابلہ پر جنگ کا بازار بنی امیّہ کے چشم و چراغ، امیرِ شام اور اُس کے ساتھیوں نے گرم کیا، اور پھر اُسی کی سازش سے ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو مسجدِ کوفہ

میں عین حالتِ نماز میں سجدے کے عالم میں ابنِ ملجم ملعون نے آپؑ کے سرِ اقدس پر وہ ضرب لگائی جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

جس کے بعد عالمِ اسلام کے اربابِ حل و عقد اور اُمّتِ مسلمہ کی غالب اکثریت نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی بیعت کی، لیکن امیرِ شام نے سازشوں کا ایسا جال بُنا کہ دین کی بقاء و سالمیت کے لئے امامِ وقت نے منصبِ اقتدار کو چھوڑا، اور خاموشی کی زندگی گذارنے لگے، لیکن اس کے باوجود جعدہ بنتِ اشعث کے ذریعے آپؑ کو زہر دلوایا گیا، جس سے آپ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

و

امام حسنؑ کی شہادت کے چند سال بعد جب امیرِ شام دنیا سے رخصت ہوا، اور اُس کا سفاک، شرابی، زانی اور بدسرشت بیٹا یزید لعین تختِ حکومت پر بیٹھا تو اس نے سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کو اُن کے پورے خاندان اور ساتھیوں سمیت تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر اس طرح شہید کیا، اور آپ کے خاندان کی مستورات، مخدراتِ عصمت و طہارت کو قیدی بنا کر کوفہ و شام کے بازاروں میں اُن کی اس طرح تشہیر کی کہ امامِ چہارم نے اپنے مرثیے میں فرمایا:

أُقَادُ ذَلِيلًا فِي دِمَشْقَ كَأَنَّنِي
مِنَ الزَّنْجِ عَبْدٌ غَابَ عَنْهُ نَصِيرٌ

(ہمیں دمشق میں اس طرح ... کھینچ کر لے جارہا تھا جیسے ہم حبش کے وہ غلام ہوں جن کا کوئی مونس و غمخوار نہ ہو)

و

لیکن چونکہ اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام کے نزدیک، سب سے زیادہ اہمیت دین

کی حفاظت کو رہی ہے اس لئے ان خاصانِ خدا نے اُسی راہ کو اختیار کیا جس کا اختیار کرنا دین کی سالمیت کے لحاظ سے ضروری تھا۔

چاہے وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کی ۲۵ سال تک گوشہ نشینی کی زندگی ہو۔

یا نواسۂ رسولؐ سردارِ جوانانِ جنان حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا منصبِ حکومت سے دستبردار ہونا ہو۔

یا جگر گوشۂ بتولؑ، فرزند رسول الثقلین سرکار سیدالشہدا حضرت امام حسینؑ کا اپنے اہلِ خاندان اور انصار و اعوان کے ساتھ، کربلا کی تپتی ہوئی سرزمین پر، جامِ شہادت نوش کرنا ہو۔

یا امام چہارم، سید الساجدین حضرت زین العابدین علیہ السلام کا ماں بہنوں اور پھوپھیوں کے ساتھ قیدیوں کی صورت میں کوفہ و شام کے بازاروں میں لے جایا جاتا ہو۔

یا دیگر ائمہ طاہرینؑ کی مظلومیت کی زندگی ہو۔

وہ

ان خاصانِ خدا نے ہر حال میں رضائے پروردگار اور خوشنودیٔ خدا کو پیشِ نظر رکھا —— اور ظاہر ہے کہ جن ہستیوں کے بارے میں مالکِ دوجہاں کا ارشاد ہو کہ:

وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

(اور تم لوگ (کچھ) چاہتے ہی نہیں ہو، سوائے اسکے خدا چاہے) —— وہ تو ہر حال میں رضائے پروردگار ہی کے طالب ہوتے ہیں۔

امامِ پنجمؑ حضرت محمد باقر علیہ السلام بھی اپنے آباؤ اجداد کے اُسوۂ حسنہ کے پیروکار، منصبِ امامت کے ورثہ دار، دینِ الٰہی کے علمبردار اور شریعتِ مصطفےٰ کے تحفظ و سالمیت کے ذمہ دار تھے۔

جب آپؑ کے زمانہ میں، ایک طاغوتی قوت، قیصرِ روم نے حضورِ اکرمؐ کے دین کو کمزور کرنے کی سازش کرنا چاہی تو امامِ وقت نے اُس کے منصوبے کو، اپنی حکمتِ عملی کے ذریعے ناکام بناکر، دینِ خدا کی شوکت کا ازسرِ نو اہتمام فرمادیا۔



اہلِ ایمان کی جان و مال کی حفاظت کا اہتمام

تاریخ گواہ ہے کہ حضورِ اکرمؐ کی رحلت کے بعد مسلمانوں نے اہلبیتؑ کے دروازے سے ایسا انحراف کیا، اور آنحضرتؐ کے جگر کے ٹکڑوں اور خاندانِ رسالت سے وابستہ افراد پر ایسے اندوہناک مصائب ڈھائے، جن کی تاریخ عالم میں نظیر نہیں ملتی۔

امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کو اُن کے حق سے محروم کر کے جس انحراف کا آغاز کیا گیا، اُس کی انتہا کربلا میں امام مظلومؑ اور اُن کے اہلِ خاندان، نیز اعوان و انصار کی شہادت کی صورت میں نظر آئی۔

اور اُس کے بعد ہر دور کے حکمرانوں نے اس خاندان، اور اس سے وابستہ افراد کو نت نئی اذیتیں پہونچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا

البتہ ہادیانِ برحق، ہمیشہ اس بات کے لئے کوشاں رہے کہ جس طرح ممکن ہو اپنے چاہنے والوں کے جان و مال کے تحفظ کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ:

میں جناب جابر بن یزید جعفی کے ساتھ سفر کر رہا تھا، جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بھی حاضری دی۔

جب وہاں سے رخصت ہوئے تو جناب جابر جعفی امامؑ کی زیارت کا شرف حاصل کر کے بہت

خوش تھے۔

پھر جب ہم مدینہ سے باہر "اخیرجہ" نامی جگہ پہونچے تو جمعہ کا دن تھا، زوال کا وقت ہوا تو ہم لوگوں نے نماز پڑھی اور روانگی کی تیاری شروع کی۔

ابھی اونٹ چلنے کے لئے اُٹھے ہی تھے کہ ایک دراز قد، گندم گوں آدمی، ہمارے پاس آیا جس نے جنابِ جابر کی خدمت میں ایک خط پیش کیا، جو حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام نے جابر جعفی کے نام لکھا تھا۔

جابر نے وہ خط لے کر چوما، آنکھوں سے لگایا۔ اور خط لانے والے سے پوچھا:

• مولاؑ سے تمہاری ملاقات کب ہوئی۔؟

اس نے کہا کہ: ابھی تھوڑی دیر قبل۔

پوچھا: نماز سے پہلے، یا نماز کے بعد؟

کہا کہ:۔ نماز کے بعد

اس کے بعد جابر نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ جیسے جیسے وہ خط پڑھتے جا رہے تھے، اُن کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو رہی تھی۔

پورا خط پڑھنے کے بعد انہوں نے اُسے بند کر کے رکھ لیا اور پھر پورے سفر کے دوران میں نے نہ تو کسی بات پر انھیں ہنستے ہوئے دیکھا، اور نہ خوش ہوتے ہوئے یہاں تک کہ ہم لوگ کوفہ واپس پہونچ گئے۔

کوفہ پہونچنے کے بعد میں اپنے گھر چلا گیا، رات گذرنے کے بعد جب صبح نمودار ہوئی تو جناب جابر جعفی کی خدمت میں عرض ارادت کرنے کیلئے میں اُن کے گھر پہونچا۔

لیکن وہ اپنے گھر کے اندر سے اس حالت میں نکلے کہ انہوں نے اپنے گلے

میں مختلف ہڈیوں کا ہار پہنا ہوا تھا۔ خچر پر سوار تھے (مجنونانہ حرکت کر رہے تھے) اور کُھلے بازیاں کر رہے تھے :

اَجِدُ مَنْصُوْر ابْنِ جَمْهُوْر — میں منصور کو پاتا ہوں جو جمہور کا بیٹا ہے
اَمِیْرًا غَیْرَ مَا مُوْر — امیر ہے لیکن ما مور نہیں ہے)

اور اسی قسم کے دوسرے (بے ربط قسم کے) اشعار پڑھ رہے تھے۔

میرے چہرے کی طرف دیکھا، مگر کچھ بولے نہیں۔

میں انھیں دیکھ کر کچھ کہہ نہ سکا، اُن کی حالت پر مجھے رونا آیا۔ (کہ اتنا جلیل القدر اور عظیم الشان فضل و شرف کا مالک انسان، اس دیوانگی کی حالت میں نظر آرہا ہے)

تھوڑی ہی دیر میں وہاں بہت سے لوگ، اور محلّے کے بچّے جمع ہو گئے، جن کے ساتھ جنابِ جابرؒ میدان میں دوڑنے لگے (اور پاگلوں جیسی حرکتیں کرنے لگے)

لوگوں نے دیکھا تو (افسوس کرنے لگے)

(۲)

کچھ دن اسی طرح گذرے تھے کہ ہشام بن عبد الملک کا خط کوفہ کے گورنر کے نام موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ :

"جابر بن یزید جعفی نامی شخص کو قتل کر کے اُس کا سر میرے پاس بھیج دو"

گورنر نے اپنے آدمیوں سے پوچھا کہ "یہ جابر بن یزید جعفی کون ہیں ؟

اُن لوگوں نے کہا کہ : بہت بڑے عالم، صاحبِ فضیلت محدّث تھے، حج کرنے گئے تھے، واپس آئے تو دماغی توازن بگڑ گیا، اور پاگل ہو گئے۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ گلے میں ہڈیوں کا ہار پہنے ہوئے، خچر پر سوار رہتے ہیں، میدان میں بچّوں کے ساتھ بھاگ دوڑ کرتے رہتے ہیں۔ (لڑکوں کو بھی تفریح

کا ایک ذریعہ مل گیا ہے، بہت افسوس ہے کہ اتنے عظیم الشان آدمی کی یہ حالت ہو گئی۔

گورنر صورتِ حال کا مشاہدہ کرنے کے لئے خود نکلا تو اُس نے دیکھا کہ جابر جعفی خچر پر سوار ہیں (گلے میں ہڈیوں کا ہار ہے) اور بچّے اُن کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔

(اس نے سوچا کہ حاکم نے شاید کسی غلط فہمی کی بنا پر وہ فرمان صادر کر دیا ہو۔ ورنہ ایسے شخص کو قتل کرنے کا کیا جواز ہے، چنانچہ حاکم کو یہ کیفیت لکھ دی اور) خدا کا شکر ادا کیا کہ اُسے اُن کو قتل نہ کرنا پڑا۔

(۲)

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد گورنر تبدیل ہو گیا اور جیسا کہ جابر جعفی اپنے اشعار میں کہا کرتے تھے :

• منصور ابنِ جمہور، امیر غیر مامور بن کر آگیا۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے :
"اُصولِ کافی" جلد ۱ صفحہ ۳۹۶)



اس روایت پر غور کرنے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جنابِ جابر جعفیؒ کو صرف اُن کے فضل و کمال کی بنا پر، حکّامِ وقت شہید کرنا چاہتے تھے، اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اہلبیتؑ کرام کے شیدائیوں میں ایسے لوگ زندہ سلامت رہ جائیں جو اپنے کمالات کی بناء پر بندگانِ خدا کو اپنی طرف مائل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

جب گورنر کو حاکم کی طرف سے جابر جعفی کے قتل کا حکم ملا، تو وہ سمجھ نہ سکا کہ جابر جعفی

کو کس بنا پر قتل کیا جا رہا ہے؟

اُس نے لوگوں سے جابر جعفی کے بارے میں دریافت کیا تو اسے بتایا گیا کہ وہ انتہائی فضل و شرف کے مالک انسان تھے، مگر حج کر کے آتے تو دیوانے ہو گئے، اور اب پاگلوں جیسی حرکت کرتے اور بچوں کے ساتھ خاک دھول کے کھیل میں مصروف نظر آتے ہیں۔

تو گورنر نے ان کے قتل سے اپنا ہاتھ روکا، اور شکر ادا کیا کہ وہ اس جرم کے ارتکاب سے بچ گیا

گویا جابرؒ کا فضل و کمال سبب بنا کہ حاکم نے اُن کے قتل کا پروانہ جاری کر دیا۔ اور اُن کی (ظاہری) دیوانگی اس بات کا سبب بنی کہ ان کی جان بخش دی جائے۔



اہلِ ایمان کو آزمائشوں کے لئے تیار رہنا چاہیئے

حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام کے اصحاب باوفا میں جناب محمد بن مسلم کا نام بہت معروف ہے، جنھوں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں اپنی پریشانی اور حالات کی ناآسودگی کا ذکر کیا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل ایمان کی طرف آزمائشیں بہت تیز رفتاری سے آتی ہیں۔

علّامہ ابن شہر آشوب کا بیان ہے کہ:

حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام کو بتایا گیا کہ: محمد بن مسلم بیمار ہیں —— تو امام نے اپنے ایک خدمت گار کے ذریعہ سے ایک دوا بھیجی۔

وہ خدمت گار دوا لے کر اُن کی خدمت میں پہونچا، اور اُنھیں بتایا کہ:

مجھے امام علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ جب تک آپ دوا پی نہ لیں میں واپس نہ جاؤں، نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ دوا پی کر اُن کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔

محمد بن مسلم اس وقت سخت بیمار تھے، اس خدمت گار کی بات سُن کر فکر میں پڑ گئے کیونکہ وہ اپنے اندر بستر سے اٹھنے کی صلاحیت نہیں پا رہے تھے۔

لیکن امام علیہ السلام کے حکم کے مطابق انھوں نے جیسے ہی دوا پی، اور دوا اُن کے جسم کے اندر پہونچی، اُنھیں ایسا محسوس ہوا جیسے کسی بندھے ہوئے جانور کی مہار چھوڑ دی جائے اور وہ تیز رفتاری سے چل پڑے۔

چنانچہ وہ فوراً امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوگئے دروازہ پر پہونچ کر اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

امام علیہ السلام نے اندرونِ خانہ سے آواز دی : تندرست ہوگئے ! - آجاؤ۔

وہ بیت الشرف میں داخل ہوئے، امام علیہ السلام کو سلام کیا، ہاتھ چوما۔ سرِ اقدس کا بوسہ لیا، اس دوران اُن کے آنسو جاری تھے۔

امام علیہ السلام نے پوچھا : اے محمد (ابن مسلم) روتے کیوں ہو - ؟

کہنے لگے : غریب الوطنی، مسافت کی دوری، بے مائیگی کے سبب آپ کی خدمت میں کم حاضر ہونے اور آپ کی زیارت سے محروم رہنے پر رو رہا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا کہ جہاں تک بے مائیگی کا تعلق ہے تو ہمارے چاہنے والے اور اہلِ مودت (عام طور سے) ایسی ہی صورتِ حال سے دوچار رہتے ہیں اور آزمائشیں اُن کی طرف تیز رفتاری سے آتی ہیں۔

جہاں تک مسافت کی دوری کا تعلق ہے تو نواسۂ رسولؐ (حضرت امام حسینؑ) جو ہم سے دور، فرات کے کنارے آرام کر رہے ہیں، اُن کی حیاتِ طیبہ کو پیشِ نظر رکھو۔

اور غریب الوطنی کا جو تم نے ذکر کیا، تو مومن تو ویسے ہی اس دنیا میں غریب الوطن اور ان مخلوقات کے ساتھ اجنبی رہتا ہے، (اُس کی آسائشوں کی جگہ تو عالمِ آخرت اور) خداوندِ عالم کا جوارِ رحمت ہے۔

البتہ یہ جو تم نے کہا کہ تم ہماری قربت چاہتے ہو اور (بار بار) ہماری زیارت کرنے کے آرزومند رہتے ہو لیکن اس کا امکان نہیں پاتے —— تو تمہارے دل میں جو ہماری محبت ہے، اس کے مطابق تمہیں اس کی جزا (ضرور) ملے گی۔

(مناقب جلد نمبر ۴ - صفحہ ۴۱۶)

آزمائشوں کے بارے میں خالقِ دو جہاں کا ارشاد ہے :

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ

(کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے (انھیں) چھوڑ دیا جائے گا اور اُن کا امتحان نہیں لیا جائے گا) - !

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ۔

(اور بیشک ہم نے اُن لوگوں کا بھی امتحان لیا جو اِن سے پہلے (گذر) چکے ہیں —— خدا اُن لوگوں کو جو سچے (دل سے ایمان لائے) ہیں یقیناً (علیحدہ) دیکھے گا اور جھوٹوں کو بھی (علیحدہ) ضرور دیکھے گا)۔

(سورۂ عنکبوت آیت ۲-۳)

جس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ صاحبانِ ایمان کا ابتلا و آزمائش سے گذرنا یقینی ہے، جو شخص بھی دائرۂ ایمان میں قدم رکھتا ہے یا رکھنا چاہتا ہے اُسے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اُسے ابتلاات اور آزمائشوں کا سامنا، بہر حال کرنا پڑے گا۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ انسان، ایمان کا دعویٰ کرے، اور امتحان سے نہ گذرے نہ ماضی میں ایسا ہوا ہے، نہ اب ایسا ہوگا۔

بلکہ اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ صاحبِ ایمان ہونے کے باوجود امتحان و آزمائش سے محفوظ رہے گا، تو اُسے اپنے ذہن کی اصلاح کرنی چاہیئے اپنی اس خوش فہمی کو دور کرنا چاہیئے۔

بالفاظِ دیگر : —— اُسے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر وہ ایمان کا دعویدار ہے تو

سپر آزمائشوں کے لئے تیار رہے، ورنہ ایمان کا دعویٰ نہ کرے!



مذکورہ بالا آیت کے ذیل میں مفسرین نے لکھا ہے کہ:

"آیت میں جو استفہام ہے (احسب الناس ---- کیا لوگوں نے یہ خیال کیا ہے)

یہ استفہام انکاری ہے (مقصد یہ ہے کہ):

لوگ ایسا نہ سمجھ لیں کہ ایمان صرف زبان سے ادا کئے جانے والے ایک لفظ اور ایک کلمے کا نام ہے ---- نہیں، نہیں!

ایمان ایک حقیقت ہے جس کے ساتھ کچھ احکام و نواہی اور کچھ تکالیف وابستہ ہیں۔

یہ ایک امانت ہے، جس کی کچھ ذمہ داریاں ہیں،

یہ ایک جہاد ہے، جو صبر کا تقاضہ کرتا ہے،

یہ ایک جدوجہد ہے، جو کچھ بوجھ اٹھانے اور مشقت برداشت کرنے کی محتاج ہے۔

یہ کافی نہیں کہ انسان آمنا کہہ کر رہ جائے، اور اُسے پوچھا بھی نہ جائے۔

لوگوں کو فقط اس دعوے پر چھوڑا نہیں جا سکتا، بلکہ ضروری ہے کہ انھیں آزمایا جائے اور وہ ثابت قدم رہیں۔

وہ آزمائش سے اس حالت میں نکلیں کہ ان کے باطن صاف ہو چکے ہوں، اور دل خلوص سے پُر ہوں۔

آگ میں جب سونے کو ڈالا جاتا ہے تو مقصد یہ ہوتا کہ وہ چمکے اور گھٹیا

عناصر جو اس کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں، جدا ہو جائیں،

تفسیر فی ظلال القرآن جلد [illegible] پارہ [illegible] ص ۲۲۲



مالکِ دو جہاں نے اس کے بعد والی آیت میں سابقہ اقوام کے بارے میں سنتِ الٰہیہ کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے کہ:

"ہم نے ان سے پہلے کے لوگوں کو بھی آزمایا تھا، پس اللہ ضرور سچّوں اور جھوٹوں کو نکھار کر الگ الگ کرے گا۔"

(سورۂ عنکبوت آیت ۳)

یہ آیت اس حقیقت کا اعلان کر رہی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کی میزان میں ابتلاء و آزمائش، ایمان کی خاطر مصائب و تکالیف اور رکاوٹوں سے گذرنا، ایک ثابت شدہ اُصول ہے، اور یہ سُنّتِ جاریہ ہے۔

خداوندِ عالم نے گذشتہ لوگوں کو بھی اسی طرح آزمایا تھا۔ ...

اور اُس کا مقصد یہ تھا کہ کھرے اور کھوٹے کو، سچے اور جھوٹے کو، مومن اور کافر کو الگ الگ کیا جائے۔"

مذکورہ حوالہ: صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳

(۵)

اس جگہ کسی کے ذہن میں یہ سوال نہ پیدا ہو کہ خداوندِ عالم تو عالم الغیب ہے، سب کی پوشیدہ حالتوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے اُسے کسی کو آزمانے اور امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ---- "خداوندِ عالم دلوں کی حالت کو قبل از امتحان

بھی جانتا ہے، مگر جو کچھ اللہ کے علم میں ہے وہ چاہتا ہے کہ ابتلا اور آزمائش کے ذریعے سے اسے واقعاتی دنیا میں بھی کھول کر واضح کر دیا جائے، کیونکہ وہ (عام) انسانوں سے پوشیدہ ہے۔

انسانوں کا محاسبہ اُن کے عمل کے مطابق ہوگا نہ کہ اُن معلومات کی بنیاد پر جو اُن کے بارے میں خداوندِ عالم کے علم میں ہیں۔

اب غور کریں تو یہ ایک حیثیت سے تو فضلِ پروردگار ہے، اور ایک حیثیت سے عدل ہے۔ اور ایک پہلو اس میں لوگوں کی تربیت کا بھی ہے کہ وہ لوگوں کا صرف اُس اَمر پر مواخذہ کریگا جس کا لوگ خود اپنے بارے میں اظہار کریں اور انکا فعل اُسکو ثابت کرے۔

کیونکہ لوگ کسی کی قلبی حقیقت کو اللہ سے زیادہ تو نہیں جانتے، نہ جان سکتے ہیں۔" (حوالہ سابق)

!!؟



مناسب نظر آتا ہے اس جگہ مفسرین کے کلام سے استفادہ کرتے ہوئے ابتلا و آزمائش کی کچھ اقسام کا تذکرہ کر دیا جائے:

(۱) :- ایک فتنہ وہ ہے جو باطل اور اہلِ باطل کی طرف سے مومن کو پیش آتا ہے، اور وہ اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی مددگار نہیں پاتا، وہ نہ اپنے لئے نصرت حاصل کر سکتا ہے، نہ فتنے کا دفاع خود کر سکتا ہے، اس میں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ طغیان کا مقابلہ کر سکے۔

فتنے کی یہی وہ واضح تصویر ہے جو اس لفظ کے بولتے ہی ذہن میں آتی ہے۔

مگر یہ فتنے کی سب سے شدید و عنیف صورت نہیں ہے، بلکہ اس کے علاوہ بھی ابتلا و آزمائش کی بہت سی صورتیں ہیں جو ممکن ہے کہ اس فتنے سے تلخ تر اور

خوفناک تر ہوں۔

(۲) :- ایک آزمائش یہ ہے کہ حق پرست انسان گمنام ہو، اس کے پاس دُنیوی مال و دولت اور جاہ و حشم اور شان و شوکت نہ ہو، اس کا کسی کو احساس نہ ہو، نہ کوئی اس کی حمایت کرے۔

اس کے پاس جو صداقت ہے، اُس کی قدر و قیمت چند اُسی جیسے غریب، نادار اور گمنام اشخاص ہی جان سکیں مگر اُن کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہ ہو۔

اور اُن کے مقابلے میں باطل پرستوں پر دنیا اور اُس کا مال و متاع امنڈا ہوا ہو، لوگ اُن کو کامیاب اور باعزت سمجھیں، دنیا انھیں پکار رہی ہو، اور عوام اُن کیلئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوں۔

(۳) :- ابتلا و آزمائش کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ:

انسان، اپنے ہی معاشرے میں غریب الوطن بن جائے، اور اس کے عقیدے کے باعث لوگ اُس سے دُوری اختیار کریں۔

یہ ابتلا اُس صورتِ حال میں پیدا ہوتی ہے، جب مومن اپنے ماحول پر نظر کرے تو اُسے ہر طرف لوگ ضلالت میں ڈوبے ہوئے نظر آئیں — اور وہ (بندہ مومن، اُن سب سے) بالکل الگ تھلگ ہو، گویا غریب الوطنی کا شکار ہو، اسے بیگانگی محسوس ہوتی ہو۔

اور جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "بَدَأَ الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما بدأ" (اسلام ابتدا میں غریب الوطن تھا اور بعد میں بھی پہلے ہی کی طرح ایک بار پھر غریب الوطن ہو کر رہ جائے گا۔ (تفسیر فی ظلال القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۴۴۳/۱۴۴۴)



حاکمِ وقت سے ایک مکالمہ

دنیا والوں نے اگرچہ اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام کے حقِ حکمرانی کو تسلیم کرنے کے بجائے اُن کے منصبِ اقتدار پر غاصبانہ قبضہ کیا۔

لیکن اُن کی عظمت و جلالت کو لوگوں کے دلوں سے مٹانے میں کبھی کامیاب ہو سکے، اور تاریخ کے ہر دور میں یہ بات محسوس کی گئی کہ :

گردنوں پر حکومت، صاحبانِ اقتدار کی رہی، مگر دلوں پر حکومت اہلبیت طاہرینؑ ہی کی قائم رہی۔ جس کی وجہ سے حکّام وقت، ان خاصانِ خدا سے حسد بھی کرتے، ان سے کھلم کھلا عداوت کا مظاہرہ بھی کرتے، دلوں میں اُن سے بغض و کینہ بھی رکھا، اور جب موقع ملا، اُن کے سامنے اظہارِ تفاخر، اور خود کو اُن کے ہم مرتبہ قرار دینے کی سعی لاحاصل بھی کی۔

لیکن یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ جب بھی اُن حکام نے اس قسم کی مذبوحی حرکت کی، خاصانِ خدا نے ایسے محکم دلائل کے ذریعے سے اپنی عظمت و جلالت کے شواہد پیش کئے جن کا انکار کسی شخص کے لئے کبھی ممکن نہیں ہوا۔

ہم اس سلسلہ میں امام پنجمؑ کی زندگی کا ایک واقعہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ایک روز اموی حکمراں ہشام بن عبدالملک نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا:

"ہم اور آپ، دونوں ہی، عبد مناف کی اولاد سے ہیں تو کیا ہمارا اور آپ کا

سلسلۂ نسب ایک نہیں ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا :

"یہ صحیح ہے (کہ ہم سب، عبد مناف ہی کی اولاد ہیں) مگر ہم لوگوں کو خداوندِ عالم نے اپنے مخفی اسرار، اور خاص علم سے نوازا ہے، جبکہ دوسروں کے لئے اُسے مخصوص قرار نہیں ہے۔

ہشام نے پوچھا:

"کیا ایسا نہیں ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جو عبد مناف کے شجرہ سے تعلق رکھتے ہیں، خداوندِ عالم نے انھیں تمام مخلوقات کے لئے، جس میں گورے کالے، سرخ (و سفید) سب شامل ہیں مبعوث برسالت کیا — اور جب پیغمبر اکرمؐ تمام مخلوقات کے بھیجے گئے تھے تو پھر آپ لوگ (اُن کے علوم کے) خصوصی وارث کس طرح قرار پائے...؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ :

(خداوندِ عالم نے اپنے حبیبؐ کو کائنات کے علوم و کمالات سے سرفراز کیا اور) اُنھیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنے علوم سے ہمیں سرفراز کریں جس کی وجہ سے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے بھائی (حضرت) علی بن ابی طالبؑ کو ایسے اسرار و رموز سے نوازا جو دوسرے اصحاب سے مخفی تھے۔

اور جب قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی کہ : "وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ"[1]

---

[1] سورہ مبارکہ حاقہ، آیت ۱۲

مفسرین نے لکھا ہے کہ : "جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا : "میں نے خدا سے عرض کیا تھا کہ ایسے کان علیؑ کے بنا دے جو کبھی کسی بات کو سن کر نہ بھولیں، چنانچہ حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ جو بات میں نے رسولؐ سے سُنی وہ کبھی نہ بھولا" — ملاحظہ فرمائیں تفسیر در منثور سیوطی جلد ۶)

اور بریدہ سے مروی ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: "مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنے سے قریب کروں اور دور نہ [illegible] کروں [illegible] تم [illegible] یاد رکھنا [illegible] یہ آیت نازل ہوئی [illegible]

(اور ان باتوں کو، وہ کان جو حفاظت کرنے والے ہیں، محفوظ رکھیں گے)

تو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اے علیؑ ـــــ میں نے خداوندِ عالم سے درخواست کی تمہارے کانوں کو (وہ گنجینہ قرار دے (جو محفوظ رکھنے والے ہیں)

چنانچہ (امیر المومنین حضرت) علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ:

عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْفَ بَابٍ، فَانْفَتَحَ لِیْ مِنْ کُلِّ بَابٍ اَلْفَ بَابٍ۔

(خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے (علم کے) ہزار باب تعلیم فرمائے، اور میرے لئے ہر باب سے ہزار دروازے کھل گئے۔)

٭

جس طرح تم لوگ اپنی راز کی باتیں، صرف مخصوص لوگوں کو بتاتے ہو، اور دوسروں پر اُسے آشکار نہیں کرتے ہو، اسی طرح حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رازوں کا امین حضرت علی علیہ السلام کو بتاتے تھے، دوسروں پر اُن رازوں کو آشکار نہیں فرماتے تھے۔

اسی طرح حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ نے اپنے اہلبیتؑ میں سے کسی کو، جو محرمِ اسرار تھا، ان رازوں کا امین بنایا اور اسطرح (ایک حاملِ اسرار سے دوسرے حاملِ اسرار تک منتقل ہوتے ہوئے) یہ علوم واسرار میراث کے طور پر ہم تک پہنچے ہیں۔"

٭

پھر جب ہشام نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

خداوندِ عالم نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب (قرآن مجید) نازل کی جس میں اُن تمام باتوں کا بھی تذکرہ ہے جو ماضی میں گزر چکی ہیں، اور اُن باتوں کا بھی، جو آئندہ، قیامت تک پیش آنے والی ہیں۔

...ارشادِ قدرت ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ [1]

(اور ہم نے آپ پر کتاب (قرآن مجید) نازل کی جس میں ہر شے کی وضاحت ہے، اور مسلمانوں کے لئے ہدایت رحمت اور خوشخبری ہے)

٭

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ [2]

(اور ہم نے ہر شے کو ایک واضح اور روشن پیشوا میں اکٹھا کر دیا ہے)

٭

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا کہ:

...مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ [3]

(ہم نے کتاب میں، کوئی بات، فروگذاشت نہیں کی ہے)

٭

خداوندِ عالم نے وحی کے ذریعہ حضرت رسولِ خداؐ کو حکم دیا کہ غیب کی باتیں (اور جو اسرارِ الٰہیہ) اُنھیں بتائے گئے ہیں، اُن سب سے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو

[1] :- سورۂ مبارکہ "نحل" (قرآن مجید کا سورہ نمبر ۱۶) آیت نمبر ۸۹۔
[2] :- سورۂ مبارکہ "یٰسٓ" (" " ۳۶) " " ۱۲۔
[3] :- سورۂ مبارکہ "انعام" (" " ۶) " " ۳۸۔

مطلع کردیں۔

اور آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ میرے بعد قرآن کو جمع کرنا، میری تجہیز و تکفین وغیرہ کا فریضہ تم ہی انجام دینا، کوئی اور یہ کام نہ کرے۔

... نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ:

"علیؑ مجھ سے ہیں، میں علیؑ سے ہوں۔

میرا مال، اُن کا ہے، اور (لوگوں کے) جو حقوق میرے ذمے تھے، وہ اُن کے ذمہ ہوں گے، وہی میرے قرض کو ادا کریں گے، میرے وعدہ کو پورا کریں گے۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ: جس طرح میں نے کافروں سے تنزیلِ قرآن پر جنگ کی ہے اسی طرح سے علی بن ابی طالب کو منافقوں سے تاویلِ قرآن پر جنگ کرنا ہوگی۔

(۵)

بزمِ پیغمبرؐ میں حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی کے پاس پورے قرآن کا علم تھا ہی نہیں —— چنانچہ حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"قضاوت و منصفی کا سب سے زیادہ علم، علیؑ بن ابی طالبؑ کے پاس ہے۔

اس طرح آنحضرتؐ نے گویا یہ طے کر دیا تھا کہ (آپ کے بعد جو مسائل پیش آئیں، ان کے سلسلہ میں) حضرت علیؑ ہی کا فیصلہ حتمی العمل ہونا چاہیئے۔

اور تاریخِ اسلام میں ایسے بہت سے مواقع کا ذکر موجود ہے جب حضرت علی علیہ السلام نے حکام و خلفاء کو مشکل ترین مسائل سے بچایا، چنانچہ خلیفۂ ثانی نے بارہا کہا کہ:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ... (اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا)

(منتہی الامال جلد ۱، صفحہ ۲۲۱ تا ۲۲۲)



امامؑ کی خدمت میں جنابِ ابوحنیفہ کی حاضری

حضرات اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام کو مالکِ دو جہاں نے علم و فضل کے ایسے اعلیٰ مرتبے پر فائز کیا ہے، کہ ہر دور کی ممتاز شخصیتوں نے، ان خاصانِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر، ان سے کسبِ فیض کرنا، اپنے لئے سعادت سمجھا ہے۔

برادرانِ اہلسنت کے امام اعظم جناب ابوحنیفہ کے بارے میں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور محققین نے تصریح کی ہے کہ:

وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دیتے تھے اور اپنے دامن کو علم و معرفت کے جواہر سے بھرنے کی کوشش کرتے تھے۔

اسی بناء پر بہت سے علماء و مفکرین نے اپنی تصنیفات میں جناب ابوحنیفہ کو حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

برصغیر کے مشہور عالم دین، جنہیں شمس العلماء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، جناب مولانا شبلی نعمانی —— انہوں نے اپنی کتاب "سیرت النعمان" میں لکھا ہے کہ:

"ابو حنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے اُن (امام محمد باقرؑ) کی خدمت میں حاضر رہے، اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔

شیعہ و سنی، دونوں نے مانا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ، حضرت ممدوح (امام محمد باقر علیہ السلام) کا فیضِ صحبت تھا۔

امام (ابوحنیفہ) صاحب نے ان کے فرزند رشید حضرت امام جعفر صادقؑ کی فیضِ صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا، جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔
(ملاحظہ فرمایئے سیرت النعمان، شبلی نعمانی)

۵

البتہ "کتاب الاتحاف" مطبوعہ مصر میں اُس مکالمہ کا بھی ذکر ہے جس میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب ابوحنیفہ کو قیاس کرنے سے منع کیا۔

چنانچہ علامہ شبراوی شافعی نے لکھا ہے کہ:

حضرت امام محمد باقرؑ نے جناب ابوحنیفہ سے فرمایا:

میں نے سُنا ہے کہ تم آسمان سے زمین تک قیاس کرتے ہو؟

انہوں نے اقرار کیا کہ میں قیاس سے کام لیتا ہوں)

امامؑ نے فرمایا:

"تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی؟

انہوں نے کہا کہ:

"میں نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں اور صحابہ کی روائتیں یاد کر لیں، تو میرے لئے قیاس کرنا آسان ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا ــــ میں تم سے چند باتوں کے بارے میں سوال کرتا ہوں (تم اپنے قیاس کے ذریعہ) سے ان کا جواب دو۔

انہوں نے کہا: فرمایئے۔

"یہ بتاؤ ــــ قتل بڑا گناہ ہے، یا زنا ــــ؟

ابوحنیفہ نے کہا:- قتل ــــ

امام علیہ السلام نے فرمایا:

پھر کیا وجہ ہے کہ قتل میں صرف دو گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے، اور زنا کے مسئلے) میں چار گواہ ضروری ہوتے ہیں؟

یہ سُن کر جناب ابوحنیفہ خاموش ہو گئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"بولتے کیوں نہیں ــــ؟

کہنے لگے،

اس مسئلے میں میرا قیاس کام نہیں کرتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

(اچھا یہ بتاؤ) نماز کی عظمت زیادہ ہے، یا روزے کی۔؟

انہوں نے کہا:- نماز کی۔

امام نے فرمایا، پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ حیض والی عورت کو حکم ہے کہ (دوران حیض جتنے روزے چھوٹے ہوں ان) روزوں کی قضا کرے جبکہ نماز کی قضا کا حکم نہیں ہے۔

یہ سن کر جناب ابوحنیفہ خاموش رہے۔

امامؑ نے فرمایا کہ:- "جواب کیوں نہیں دیتے؟

کہنے لگے کہ:- "اس مسئلے میں بھی میرا قیاس کام نہیں کرتا۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"یہ بتاؤ پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟

ابوحنیفہ نے کہا کہ: پیشاب[1]۔

---

[1] اس مقام پر کسی کے ذہن میں یہ خلش پیدا ہو کہ امام علیہ السلام نے پیشاب کو منی سے زیادہ نجس کیسے قرار دیا اور ابوحنیفہ نے اس کی تائید کیسے کی۔ جبکہ عرف عام کے نزدیک منی کو پیشاب سے زیادہ نجس کہا جاتا ہے؟
لیکن حقیقت یہ ہے کہ عرف عام کا تصور غلط فہمی پر مبنی ہے۔ باقی حاشیہ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے،

امام علیہ السلام نے فرمایا:
پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ پیشاب کے بعد صرف وضو کرنیکا حکم ہے، جبکہ منی کے بعد غُسل کرنے کا حکم ہے!
اس سوال کے جواب میں بھی جنابِ ابوحنیفہ نے خاموشی اختیار کی۔
امام علیہ السلام نے ان کی خاموشی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگے کہ:
"اس کے بارے میں بھی، میرا قیاس کام نہیں کرتا۔
ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ:
اس کے بعد حضرت (امام محمد باقرؑ) مجھے چھوڑ کر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔
تو میں نے عرض کی:
"اے فرزندِ رسولؐ۔
ان مسائل کے بارے میں میری تشفی فرما دیجیے۔
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:
"اس شرط پر کہ تم وعدہ کرو، آئندہ کبھی قیاس نہ کرو گے!
چنانچہ جناب ابوحنیفہ نے وعدہ کر لیا، جس کے بعد امام علیہ السلام نے مذکورہ بالا تینوں مسئلوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:
"قتل میں صرف دو گواہ اس لئے کافی ہیں کہ اس عمل کو انجام دینے والا ایک ہی شخص ہوتا ہے لیکن زنا دو شخص (مرد و عورت) سے ہوتا ہے اور دونوں کے خلاف گواہی دی جاتی ہے، اس وجہ سے ہر ایک کے لئے دو گواہ ضروری قرار دیئے گئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

منی:- انسانی جسم کا ایک خاص جوہر ہے، جو افزائشِ نسل کا ذریعہ ہے اور اُسی کا ایک چھوٹا سا حصہ انسانی جسم کی ابتداء قرار پاتا ہے۔
جبکہ پیشاب:- ایک کثیف مادّہ ہے جو نجاست اور پلیدگی سے بھرا ہوا ہے۔
اسی لئے فقہی اعتبار سے پیشاب کو منی سے زیادہ نجس قرار دیا گیا ہے۔

عورت، نماز تو ہمیشہ پڑھا کرتی ہے، روزہ کی نوبت سال بھر کے بعد آتی ہے (لہذا اُس ایک ماہ میں، دورانِ حیض جو روزے چھوٹ جائیں، پورے سال کے دوران کسی بھی وقت اُن کی قضا کر دینا آسان ہے، جب کہ اگر دورانِ حیض چھوڑی جانے والی نمازوں کی قضا لازمی ہوتی، تو عورتوں کے لئے انتہائی دشواری ہو جاتی کہ وہ ہر مہینے ۷، ۸ دن نماز ترک کریں، پھر پاک ہونے کے بعد ۷، ۸ دن تک روزانہ دوگنی نمازیں پڑھتی رہیں۔ قدرت نے نماز کی قضا معاف کر کے انھیں اس پریشانی سے محفوظ رکھا)
اور "پیشاب و منی" کے معاملے میں غور کرو تو بات واضح ہو جائیگی کہ:
پیشاب مثانہ سے نکلتا ہے، اور روز و شب میں کئی بار ہوتا ہے، اگر خداوندِ عالم نے اس کے بعد غُسل کرنا ضروری قرار دیا ہوتا تو، کہاں تک کوئی غسل کرتا۔
البتہ منی پورے بدن سے نکلتی ہے اور کبھی کبھی خارج ہوتی ہے جس کے بعد نہانا مشکل نہیں ہے۔
ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ:
اس کے بعد میں نے امام علیہ السلام کو سلام کیا، اور وہاں سے واپس آیا۔"
(ملاحظہ فرمایئے: کتاب الاتحاف، مطبوعہ مصر)

تیر اندازوں کے مجمع میں اہلبیتؑ کے کمال کا اظہار

دریائے علوم آلِ محمدؐ کے شناور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور تالیف "مجالس المومنین" میں لکھا ہے کہ:۔ جناب سید ابن طاؤس نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی ہے کہ:

... ایک دفعہ ہشام بن عبد الملک حج کرنے آیا، اُس سال میں بھی اپنے پدرِ بزرگوارؑ کے ساتھ، حج بیت اللہ کے لئے گیا ہوا تھا۔

ایک روز، مکہ مکرمہ میں کچھ لوگوں کے درمیان میں نے اظہارِ شکر کیا کہ:

"پروردگارِ عالم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث برسالت فرمایا، اور ہمیں اُن کے وجودِ مقدس سے فضیلت عطا کی۔

ہم پیغمبر اکرمؐ کے اہلِ خاندان ہی، مخلوقات کے درمیان، خداوندِ عالم کی برگزیدہ ہستی، اس کے منتخب کردہ، اور زمین پر اُس کی طرف سے حجت اور خلیفۃ اللہ ہیں۔

ہماری پیروی کرنے والا سعادت مند اور ہماری مخالفت کرنے والا، اور ہم سے عداوت رکھنے والا، بدنصیب ہے۔

ہشام کا بھائی (جو یہ باتیں سُن رہا تھا اُس) نے یہ باتیں، ہشام تک پہونچا دیں (جسے سُن کر وہ غضبناک ہوا، لیکن مکہ مکرمہ میں اُس نے ہمارے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا)

جب دمشق واپس پہنچا، اور ہم نے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت کی۔ تو اُس نے مدینہ کے گورنر کے ذریعہ سے ہمیں دمشق بلایا

جب ہم دمشق پہونچے تو تین روز تک انتظار کرلنے کے بعد چوتھے روز ہمیں اُس کے دربار میں لے جایا گیا اُس وقت وہ تختِ شاہی پر بیٹھا ہوا تھا اور اُس کا مسلح لشکر دو قطاروں میں صف بستہ تھا۔

دربار میں تیر اندازی کے لئے اہتمام کیا گیا تھا، جہاں عمائدینِ قوم تیر اندازی کر رہے تھے۔

ہم لوگ داخل ہوئے تو میرے پدرِ بزرگوار آگے تھے اور میں اُن کے پیچھے چل رہا تھا جب نزدیک پہونچے تو اُس نے میرے پدرِ بزرگوار سے کہا کہ:

عمائدینِ قوم کے ساتھ آپ بھی تیر اندازی فرمائیں۔

امامؑ نے فرمایا کہ: مجھے اس کام سے معاف رکھا جائے تو بہتر ہے۔

لیکن ہشام نے قسم دی کہ آپ کو اُس خداوندِ عالم کا واسطہ جس نے ہمیں اپنے دین، اور پیغمبر (خاتم النبیین) کے ذریعہ سے عزت بخشی ہے، آپ ضرور اس میں حصہ لیں اور اُس کے بعد اپنے خاندان کے بزرگان میں سے ایک بزرگ کے ذریعہ امامؑ کی خدمت میں تیر حاضر کر دیئے، کہ آپ انھیں نشانہ پر لگائیں۔

پدرِ بزرگوار نے وہ تیر اپنے ہاتھوں میں لیا، اور جس جگہ کو "نشانہ" اور "ہدف" بنایا گیا تھا، اُس کے مرکزی دائرے (کے نقطے) کے اندر تیر پیوست کر دیا، اس کے بعد دوسرا تیر پھینکا، جو پہلے تیر میں شگاف ڈال کر اُس کے اندر پیوست ہو گیا، پھر تیسرا تیر پھینکا جو دوسرے تیر میں شگاف ڈال کر اُس کے اندر پیوست ہوا...

اسی طرح یکے بعد دیگرے ۹ تیر آپ نے پھینکے، اور ہر تیر ایک دوسرے کے اندر پیوست ہوتا گیا۔

یہ مہارتِ فن دیکھ کر پورا مجمع عش عش کر اٹھا، ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آوازیں بلند ہونے لگیں، اور ہشام بن عبد الملک حیرت واستعجاب کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا گیا ـــ اور ـــ صورتِ حال یہ ہوگئی کہ :

امام علیہ السلام جو تیر بھی پھینکتے (ایک طرف پچھلے تیر کے اندر پیوست ہوتا، تو اسی کے ساتھ ساتھ، خود ہشام کے دل کے اندر بھی پیوست ہوتا (اور اُسے زخمی کرتا) چلا گیا۔

اُس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا ـــ اور جب امامؑ نے نواں تیر پھینکا (جو آٹھویں تیر کے پچھلے حصے کو چیرتا ہوا، اس کے اندر پیوست ہوگیا) تو ہشام نے بے ساختہ آواز بلند کی :

اَحْسَنْتَ یَا اَبَا جَعْفَر ـــ (اے ابو جعفرؑ ـــ کیا خوبصورت عمل آپ نے انجام دیا) ـــ آپؑ تو پوری دنیا ـــ عرب و عجم ـــ کے تمام تیر انداز سے زیادہ ماہرِ فن ہیں ـــ

۵

اس کے بعد ہم لوگوں کو اُس نے اپنے قریب بٹھایا، اور کہنے لگا :

(اے فرزندِ رسولؐ) ـــ قریش کو تمام عرب و عجم (پوری دنیا) پر فخر کرنا چاہیئے کہ آپ جیسی شخصیت اُن کے اندر موجود ہے....

(اور اُس کے بعد، امام علیہ السلام کی عظمت و جلالت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ):

"میں نے آج تک ایسی مہارت نہیں دیکھی تھی۔

یہ فرمایئے ـــ اس فن میں کوئی آپ کے ہم پلّہ ہو سکتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ :

"خداوندِ عالم نے علم و کمال اور اتمامِ دین (کی نعمت) خاندانِ رسالت کو عطا فرمائی ہے، اور ہم (خداوندِ عالم کے خصوصی لُطف و کرم سے) ایک دوسرے کے وارث بنتے ہیں (ایک امامؑ کے بعد دوسرا امام برحق، تمام کمالات میں اس کا نائب و جانشین ہوتا ہے)

اور خُدا کی سرزمین، کسی بھی وقت، ہم (اہلبیتِ طاہرینؑ) کی، کسی ایسی ہستی سے خالی نہیں رہ سکتی، جو اُن تمام عُلوم و فنون میں ساری دنیا سے زیادہ) کامل ہو جبکہ دوسرے عاجز و قاصر ہوں۔



اپنی شہادت کے بارے میں پیشین گوئی

خاصانِ خدا کو پروردگارِ عالم، خصوصی علم سے نوازتا ہے اور کمالات کے اعتبار سے انھیں تمام بنی نوعِ انسان کے درمیان ممتاز قرار دیتا ہے، جیسا کہ "دعائے ندبہ" کے ابتدائی کلمات اس کی نشاندہی کرتے ہیں، حضورِ اکرمؐ اور اہلبیتِ کرام علیہم السلام کے ارشادات اسی طرف اشارہ کرتے ہیں —— اور تاریخ کے ان گنت واقعات بھی اس نظریہ کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔

(۱)

امامِ پنجم حضرت محمدؐ باقر علیہ السلام نے دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل، اپنی اولاد، اپنے اصحاب، عقیدتمندوں، اور اہلِ بزم کو اپنے سفرِ آخرت کے بارے میں اطلاع بھی دی تھی، اور اس سلسلہ میں کچھ ضروری احکام بھی جاری فرمائے تھے۔

چنانچہ: ——

ابوسلمہ کی روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

"جس روز میرے والد بزرگوار (حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام) کا انتقال ہوا، میں اُن کے پاس ہی موجود تھا۔

اُنہوں نے اپنے غسل و کفن اور سپردِ لحد کئے جانے کے سلسلے میں متعدد باتوں کی مجھے وصیت فرمائی تو میں نے عرض کیا کہ:

"اے پدرِ بزرگوار اس سے قبل جب آپ بیمار ہوئے تھے اُس کے بعد آج تو بہت اچھی حالت میں ہیں۔

یہ سُن کر فرمایا کہ: ... میرے پدرِ بزرگوار (امام زین العابدینؑ) نے ... مجھے آواز دے کر فرمایا ہے:

"اے میرے نورِ نظر، محمدؐ جلد میرے پاس آجاؤ۔

(اس لئے میں آمادۂ سفر ہوگیا)۔

ملاحظہ فرمایئے: (بصائر الدرجات جلد ۱۰، باب ۵، حدیث ۲)

(۲)

جبکہ اس سے قبل جب آپ، ایک دفعہ بہت زیادہ بیمار ہوئے تھے تو ایسی کیفیت ہوئی تھی کہ گھر کے اندر موجود بعض افراد، مرض کی شدت، اور آپ کی ناتوانی کی کیفیت دیکھ کر رونے لگے تھے، تو امام علیہ السلام نے اُن لوگوں سے فرمایا تھا کہ:

"اس بیماری سے میرا انتقال نہیں ہوگا۔"

چنانچہ "سدیر" کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ:

"میرے پدرِ بزرگوار بہت شدید بیمار ہوئے، یہاں تک کہ سب لوگ ڈر گئے، اور گھر میں موجود کچھ لوگ آپؑ کے سرہانے (بیٹھ کر) رونے لگے۔

امام علیہ السلام نے اُن لوگوں کی طرف نگاہ کی، اور فرمایا کہ:

"میرا انتقال اس بیماری میں نہیں ہوگا ..."

چنانچہ اس کے بعد آپ تندرست ہوگئے، اور (کافی دنوں تک تندرست) رہے۔

اور ایک روز جب (بالکل) صحت مند نظر آ رہے تھے ... فرمایا۔

"اے نورِ نظر ... فلاں دن میرا انتقال ہو جائے گا۔"

چنانچہ اُسی دن آپؑ نے رحلت فرمائی۔

(ملاحظہ فرمائیے: بصائر الدرجات
بحوالہ: بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۲۱۳)

۵

حماد بن عثمان کی روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

(ایک روز) ... میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے فرمایا:

"اے نورِ نظر، مدینہ میں رہنے والے قریش کے لوگوں کو میرے پاس بلاؤ۔ تاکہ میں ان لوگوں کو (کچھ باتوں کے سلسلہ میں) گواہ بناؤں۔

آپؑ کے حکم کے مطابق) میں نے لوگوں کو آپؑ کی خدمت میں حاضر کیا، تو آپؑ نے (ان لوگوں کی موجودگی میں مجھ سے) فرمایا:

"اے جعفرؑ! جب میرا انتقال ہو جائے تو تم ہی مجھے غسل و کفن دینا (دفن کرنا) میری قبر چار انگشت بلند رکھنا، اور اس پر پانی چھڑکنا۔"

جب آپؑ کی وصیت تمام ہوئی اور) لوگ چلے گئے، تو میں نے والد صاحب سے کہا کہ:

"اے پدرِ بزرگوار، آپؑ اگر (ویسے ہی) مجھے حکم دے دیتے تو میں ان کاموں کو انجام دیتا، اس بات کی کیا ضرورت تھی کہ ان لوگوں کو آپؑ کی خدمت میں حاضر کیا (اور) آپؑ نے انھیں گواہ قرار دیا۔؟

فرمایا کہ: نورِ نظر میں نے چاہا کہ (میرے بعد) تم سے اختلاف نہ کیا جائے۔"

(اصولِ کافی جلد ۱، صفحہ ۱۶۶)

روایت کے ذیل میں علّامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

امام علیہ السلام کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے انتقال کے بعد کوئی شخص، میرے غسل و کفن (تجہیز و تکفین) وغیرہ کے معاملات میں تم سے اختلاف نہ کرے۔

اور یہ بھی امکان ہے کہ امامؑ کا مقصد یہ ہو کہ:

کوئی شخص مسئلہ امامت میں تم سے اختلاف نہ کرے، کیونکہ یہ بھی ایک علامت ہے کہ (امام وقت، جس کو اپنے غسل و کفن، نماز اور دفن وغیرہ کی وصیّت کریں، وہی اُن کا جانشین ہوتا ہے)

(بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۲۱۳)

۵

ابو جعفر ابن بابویہ کی روایت ہے کہ:

سَمَّہٗ اِبْرَاہِیْمُ ابْنُ الْوَلِیْدِ۔

آپؑ کو ولیدؑ کے بیٹے ابراہیمؑ نے زہر دیا تھا)

(مناقب ۳، بحوالہ بحار الانوار)

۵

اس سے اُس روایت کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ:

مَا مِنَّا اِلَّا مَسْمُوْمٌ اَوْ مَقْتُوْلٌ۔

ہم میں سے ہر ایک کو یا زہر دیا گیا یا تلوار سے قتل کیا گیا۔) (نقل بالمعنی)

۵

ہمارے پہلے امامؑ سے گیارہویں امامؑ تک ہر ایک کو تلوار یا زہر کے ذریعہ سے شہید کیا گیا،

مولائے کائنات امیرالمومنین حضرت علیؑ بن ابی طالب کو ابن ملجم نامرادؑ نے تلوار کے وار سے مسجد میں عین حالتِ سجدہ میں شہید کیا۔

● - حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو امیر شام نے جعدہ بنتِ اشعثؑ کے ذریعہ زہر دلوایا۔

● - حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان کو اعوان وانصار کے ساتھ کربلا میں یزیدی فوج نے تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا۔

● - حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو ۹۵ھ ہجری میں مروانؑ کی اولاد میں سے خلیفۂ وقت نے زہر دیا۔

● - اور اسی کی نسل میں ابراہیم بن ولیدؑ نے زہر کے ذریعے حضرت امام محمد باقرؑ کو شہید کر دیا۔

۵

اصولِ کافی کی روایت ہے کہ :

...ایک شخص مدینہ سے باہر گیا ہوا تھا، اس نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص اُسکو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ :

(مدینہ واپس) جاکر امام محمد باقرؑ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرو، کیونکہ انھیں (اس وقت فرشتے غسل دے رہے ہیں۔

خواب سے بیدار ہونے کے بعد وہ شخص مدینہ پہونچا تو امامؑ انتقال فرما چکے تھے۔

(ملاحظہ فرمائیں: کافی جلد۱، صفحہ۱۸۳)

۵

اور "دلائلِ حمیری" میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا:

"میرے پدرِ بزرگوارؑ نے جن باتوں کی مجھے وصیت فرمائی تھی، ان میں یہ بات بھی تھی کہ :

'جب میں انتقال کر جاؤں، تو تمہارے علاوہ کوئی اور شخص مجھے غسل نہ دے، کیونکہ :

فَاِنَّ الْاِمَامَ لَا یُغَسِّلُہٗ اِلَّا الْاِمَامُ

(امامؑ کو غسل دینے والا امامؑ کے علاوہ کوئی اور نہ ہونا چاہیئے)

اور یاد رکھو کہ تمہارا (ایک) بھائی... لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا (تمہارے مقابلے پر امامت کا دعویٰ کرے گا، مگر اس کی زندگی کوتاہ ہوجائیگی۔

۵

(امامؑ فرماتے ہیں کہ) :

جب والدِ ماجدؑ انتقال فرما گئے تو میں نے حسبِ ہدایت اُنکو غسل دیا۔

(میرے بھائی)... نے امامت کا دعویٰ کیا اور جیسا کہ والدِ ماجد نے فرمایا تھا (میرا وہ بھائی) بہت جلد دنیا سے رخصت ہوگیا۔

(ملاحظہ فرمایئے: بحارالانوار جلد ۴۶ صفحہ ۲۶۹)

امامؑ نے اپنے پدر کی وصیت کے مطابق انھیں غسل و کفن دیا، نمازِ جنازہ میں مدینہ کے تمام لوگ شریک تھے، پورا شہر سوگوار تھا، پھر آپؑ کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ جنت البقیع میں حضرت امام زین العابدینؑ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

رضا بقضاءہ وتسلیماً لامرہ



امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشادات

مختصر تشریح کے ساتھ

اہلبیتؑ کا مرتبہ

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ :

نَحْنُ اَهْلُ بَيْتِ الرَّحْمَةِ وَشَجَرَةُ النُّبُوَّةِ وَمَعدنُ الْحِكْمَةِ وَمَوْضِعُ الْمَلَائِكَةِ، وَمَهْبَطُ الْوَحْيِ۔

(امامؑ نے فرمایا:

ہم لوگ (درحقیقت) رحمت کے اہلبیتؑ، نبوت کا شجرہ، حکمت کا خزینہ، فرشتوں کے آنے کی جگہ اور وحی کے نزول کا مرکز ہیں)

"زیارت جامعہ کبیرہ" —— جس کی شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی معروف کتابوں: "مَن لَا یحضرہ الفقیہ" —— اور —— "عیون اخبار الرضا" میں جناب موسیٰ بن عبداللہ نخعی سے روایت کی ہے۔

اس زیارت میں ائمہ طاہرین علیہم السلام کو ان ہی الفاظ سے مخاطب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ:

...يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ، وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ۔

اور اس کے بعد، اگلے فقروں میں اہلبیت کرام کے مرتبے کو ان الفاظ کے ذریعے سے واضح کیا گیا ہے کہ:

آپ ہی علم کے خزینہ دار۔

حلم و بُرد باری کے منتہا۔
فضل و کرم کی اساس۔
اُمتوں کے رہنما۔
نعمتوں کے سرپرست۔
نیک لوگوں کے عناصر۔
صاحبانِ خیر کے لئے ستون۔
بندوں کے معاملات کو استوار کرنے والے۔
شہروں کی بقاء کے ضامن۔
ایمان کے ابواب۔
خدائے رحمان کی طرف سے امانت دار۔
پیغمبروں کی خاص نسل،
جن لوگوں تک پیغام الٰہی بھیجا گیا اُن کے جوہر۔
اور اللہ کی سب سے پسندیدہ ہستی کی ذرّیت (اور اولاد) ہیں

مذکورہ بالا فقروں پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مالکِ دو جہاں نے ان مقدس اور معصوم ہستیوں کو کس قدر بلند مرتبے پر فائز کیا ہے۔
وہ شخص کس قدر قابلِ فخر ہے جو ان کے دامن سے وابستہ ہو۔
اور وہ لوگ کتنے محروم ہیں جنھوں نے دیدہ و دانستہ اس دروازے سے خود کو محروم کر لیا۔
کیونکہ دنیا و آخرت کی سعادت تو اسی گھرانے سے وابستہ ہے۔



امرِ الٰہی کے پاسبان

عَنْ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ، قَالَ:
قَالَ (الْإِمَامُ مُحَمَّدٌ) الْبَاقِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
نَحْنُ وُلَاةُ أَمْرِ اللّٰهِ وَخُزَّانُ عِلْمِ اللّٰهِ وَوَرَثَةُ وَحْيِ اللّٰهِ
وَحَمَلَةُ كِتَابِ اللّٰهِ —
طَاعَتُنَا فَرِيضَةٌ، وَحُبُّنَا إِيمَانٌ، وَبُغْضُنَا كُفْرٌ.
مُحِبُّنَا فِي الْجَنَّةِ وَمُبْغِضُنَا فِي النَّارِ.

جابر جعفی کی روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:
ہم لوگ، اللہ کے امر کے والی (و نگہبان) — اُس کے علم کے خزینہ دار، اُس کی وحی کے ورثہ دار (کتابِ الٰہی کے حامل ہیں)
ہماری اطاعت فرض ہے۔
ہماری محبت ایمان ہے۔
ہم سے عداوت، کفر (کا راستہ) ہے۔
ہمارے دوست دارِ جنت ہیں۔
اور ہمارے دشمن واصلِ جہنم ہوں گے۔

مذکورہ بالا فرمانِ گرامی کے ہر فقرے کی تائید قرآن حکیم اور حضورِ اکرم کے مقدس ارشاداتِ عالیہ سے ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر——

پہلا فقرہ، امام علیہ السلام کے اس ارشادِ گرامی میں، یہ ہے کہ:

نَحْنُ وُلَاةُ اَمْرِ اللّٰه — (ہم اللہ کے امر کے والی (و نگہبان) ہیں۔

اور اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام کی ولایت کو تو وہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں جو اُن کے منصب و امامت کے قائل نہیں ہیں۔

کیونکہ اس ولایت کا صریحی ذکر قرآن مجید میں موجود ہے:

ارشادِ قدرت ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔

(اے ایمان والو — تمہارے ولی (و سرپرست) تو بس یہی ہیں:

خدا

اُس کے رسول

اور وہ صاحبانِ ایمان، جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔"

(ملاحظہ فرمایئے:
سورۂ (المائدہ) آیت ۵۵)

(۲)

جس کے بارے میں جناب ابنِ عباس سے منقول ہے کہ:

"ایک روز میں چاہِ زمزم کے پاس بیٹھا تھا، اور لوگوں کو ارشاداتِ رسولؐ سنا رہا تھا کہ اچانک ایک شخص قریب آیا، اُس کے سر پر عمامہ تھا، اس نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔

جب میں پیغمبر اسلام کی کوئی حدیث نقل کرتا تو وہ شخص بھی قال رسول اللہ کہہ کر کوئی اور حدیثِ رسولؐ بیان کر دیتا۔

جناب ابنِ عباس نے اس شخص کو قسم دی کہ وہ اپنا تعارف کروائے، تو اس نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی اور بلند آواز سے کہا:

"اے لوگو — جو شخص مجھے نہیں جانتا، وہ جان لے کہ میں ابوذر غفاریؓ ہوں، ان کانوں سے میں نے خود حضرتِ رسولِ خدا سے سنا ہے، اور اگر میں جھوٹ بولوں تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا تھا:

عَلِيٌّ قَائِدُ الْبَرَرَةِ قَاتِلُ الْكَفَرَةِ مَنْصُوْرٌ مَنْ نَصَرَهٗ مَخْذُوْلٌ مَنْ خَذَلَهٗ۔

(علیؑ — نیک اور پاک لوگوں کے قائد ہیں، اور کفار کے قاتل ہیں، جو اُن کی مدد و نصرت کرے، خدا اُس کی مدد کرے گا، اور جو شخص ان کی مدد و نصرت سے ہاتھ کھینچ لے خداوندِ عالم اُسے رسوا کرے۔

اس کے بعد ابوذرؓ نے مزید کہا:

"اے لوگو — ایک دن میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، مسجد میں، نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک سائل مسجد میں داخل ہوا، اور لوگوں سے مدد طلب کی، لیکن کسی نے اُسے کچھ نہ دیا تو اس نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے کہا۔

"خدایا — گواہ رہنا کہ میں نے تیرے رسولؐ کی مسجد میں مدد طلب کی، لیکن کسی نے مجھے جواب بھی نہیں دیا۔"

اُس وقت حضرت علیؑ رکوع میں تھے، انہوں نے اسی حالت میں اپنے دائیں

ہاتھ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔

سائل قریب آیا، اور انگوٹھی آپؑ کے ہاتھ سے اتار لی۔

پیغمبر اکرم نے اس واقعے کو دیکھا۔ سر آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا:

"خداوندا ـــــ میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے سوال کیا تھا کہ ان کے سینے کو کشادہ کر دے، ان کے کام کو ان کیلئے آسان کر دے، اور ان کی زبان کی گرہ کھول دے، تاکہ لوگ ان کی گفتار کو سمجھ سکیں۔

اور انہوں نے یہ سوال بھی کیا تھا کہ:

"ان کے بھائی ہارونؑ کو ان کا وزیر اور یار و مددگار قرار دے، ان کے ذریعے سے ان کی قوت میں اضافہ فرما، اور انھیں ان کے کاموں میں شریک کر دے۔

خداوندا ـــــ میں (محمدؐ) تیرا رسول اور برگزیدہ ہوں، میرے سینے کو کھول دے، میرے کام مجھ پر آسان کر دے، اور میرے خاندان میں سے علیؑ کو میرا وزیر بنا دے تاکہ ان کی وجہ سے میری کمر مضبوط اور قوی ہو جائے۔

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ:

ابھی پیغمبر اکرم کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ جبرئیلؑ نازل ہوئے، اور یہ آیت سنائی:

"انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔"

رجال کیلئے ملاحظہ فرمائیں: تفسیر مجمع البیان، نور، ذخائر العقبیٰ، تفسیر فتح القدیر، جامع الاصول، لباب النزول، لباب المنقول، اسد الغابہ، تفسیر طبری، تفسیر قرطبی، درمنثور، کنز العمال، مسند ابن حنبل، صحیح نسائی، الجمع بین صحاح ستہ وغیرہ

زمانہ پیغمبر اکرم کے مشہور شاعر حسان بن ثابت نے اس مضمون کو اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے،

فانت الذی اعطیت اذ کنت راکعا
زکاتا فدتک النفس یاخیر راکع

فانزل فیک اللہ خیر ولایۃ
وبینھا فی محکمات الشرائع

"آپ ہی نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی، اے بہترین رکوع کرنے والے، آپ پر میری جان قربان ہو۔

پھر خداوندِ عالم نے آپ کے بارے میں بہترین ولایت کی آیت نازل کی اور اسے شریعتوں کے محکم قوانین میں واضح کیا۔

اسرارِ الٰہیہ

وَقَالَ مَعْرُوفُ بْنُ خَرَّبُوذَ، سَمِعْتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ :
إِنَّ خَبَرَنَا صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ، لَا يَحْتَمِلُهُ إِلَّا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ
أَوْ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ أَوْ عَبْدٌ امْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ۔

(معروف بن خربوذ کا بیان ہے کہ:
میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ :
ہماری بات دشوار (بھی) ہے اور اسے مشکل سمجھا بھی جاتا ہے،
ان کو، کوئی برداشت نہیں کر سکتا، سوائے :
مقرب فرشتے، (اللہ کی طرف سے) بھیجے ہوئے پیغمبر اور اُس بندۂ مومن
کے جس کے قلب کا، خدا نے ایمان کے بارے میں امتحان لے لیا ہو)

و

تفسیر برھان، تفسیر صافی، تفسیر نور الثقلین، تفسیر قمی اور دیگر تفاسیر میں، جہاں جہاں اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام کے نورانی کمالات کا تذکرہ ہے، ایسی نادر احادیث موجود ہیں، جن کو سمجھنا، عام انسانوں کے لئے انتہائی دشوار ہے۔

اسی طرح اگر "مدینۃ المعاجز" ـــــ نامی شہرہ آفاق کتاب میں، اُن کرامات و معجزات پر غور کیا جائے جو سرکارِ ختمی مرتبت، احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰؐ کے دستِ مبارک پر ظاہر ہوئے، یا مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ہمارے دیگر ائمہ طاہرینؑ کے ہاتھوں نمودار ہوئے تو عقلِ بشر حیرت زدہ رہ جاتی ہے۔

یہی تو وجہ تھی کہ "نصیری" ان کمالات کو دیکھ کر اس قدر حیرت زدہ ہوئے کہ امیر المومنین کو خدا سمجھنے لگے، اور آپؑ کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے۔

اور کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ :

هَا: عَلِيٌّ بَشَرٌ، كَيْفَ بَشَرٌ
رَبُّهُ فِيهِ تَجَلّٰى وَظَهَرَ

(آگاہ ہو جاؤ کہ، علیؑ بھی انسان ہیں، مگر کیسے ـــ !
(ایسے) کہ پروردگار (کی صفات) اُن میں نمایاں اور ظاہر ہوئیں)

اور مسلمانوں کے بلند مرتبہ فقیہ، اور دنیا کے کروڑوں شافعی مسلمانوں کے دینی و مذہبی پیشوا، امام شافعی کا یہ شعر بھی مشہور ہے کہ :

مَاتَ الشَّافِعِيُّ وَلَيْسَ يَدْرِي
عَلِيٌّ رَبُّهُ أَمْ رَبُّهُ اللّٰهُ

شافعی دنیا سے رخصت ہو گیا، مگر نہیں جانتا کہ
اُس کی تربیت علیؑ نے کی ہے، یا اللہ نے

و

لیکن وہ صاحبانِ ایمان، جو خاصانِ خدا کی سچی معرفت رکھتے ہیں، وہ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہیں کہ،

یہ خاصانِ خدا، محیر العقول کمالات کے مالک ہونے کے باوجود، روز و شب کے درمیان ہزار ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اپنے خالق کی بارگاہ میں سر بسجود رہنا، انھیں ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا۔
اور جن کا یہ ارشاد تھا کہ : كَفَىٰ بِي فَخْرًا أَنْ أَكُونَ لَكَ عَبْدًا
"اے پالنے والے، میرے فخر کے لئے یہی کافی ہے کہ، میں تیرا بندہ ہوں"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے اس فرمانِ مقدس سے، اُس بندۂ مومن کی عظمت و جلالت کا بھی اندازہ ہوتا ہے، جس کے قلب کا، خداوندِ عالم امتحان لے چکا ہو۔

کیونکہ مذکورہ بالا فرمانِ مقدس میں امام علیہ السلام نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ 'اہلبیتؑ کے (باطنی) کمالات کی برداشت :

اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر۔

مقرب فرشتے۔ اور۔

اُس مومن میں ہے، جس کے قلب کا، خداوندِ عالم نے ایمان کے سلسلہ میں امتحان لے لیا ہو۔



لوگوں کی آزمائش

كَانَ يَقُوْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ،

بَلِيَّةُ النَّاسِ عَلَيْنَا عَظِيْمَةٌ ، اِنْ دَعَوْنَاهُمْ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَنَا

وَاِنْ تَرَكْنَاهُمْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِغَيْرِنَا .

(امام علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ :

لوگوں کی آزمائش، ہمارے بارے میں بہت بڑی ہے۔

اگر ہم انھیں بلاتے ہیں تو وہ ہماری دعوت پر لبیک نہیں کہتے۔

اور اگر ہم انھیں چھوڑ دیں، تو ہمارے بغیر وہ ہدایت بھی حاصل نہیں کر سکتے)

وہ

خداوندِ عالم نے جن مقدس، اور پاک و پاکیزہ ہستیوں کو، بندگانِ خدا کی ہدایت و رہنمائی کرنے کے لئے بھیجا، عام طور سے بندوں نے اُن سے کنارہ کشی اختیار کی، اُن کی بات سننے سے انکار کیا، اُن کی ایذا رسانی کے درپے ہوئے، انھیں مختلف طریقوں سے ستایا۔ اور اُن کی کارِ ہدایت میں ہر قسم کی رخنہ اندازی کرتے رہے۔

جبکہ ان کو صراطِ مستقیم دکھانے والے، اور راہِ حق پر گامزن کرنے والے وہی حضرات تھے۔

وہ

یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی بستی میں کوئی وبا پھوٹ پڑے جس کے نتیجے میں بستی کے بیشتر لوگ بیمار ہوجائیں، جن کے علاج کے لئے کسی مستند ڈاکٹر کو اس بستی میں بھیجا جائے۔

لیکن وہاں کے لوگ اس قدر سرکش، بدطینت اور بدمزاج ہوں کہ اُس ڈاکٹر کی بات سننے، اُس سے علاج کرانے اور اُس کی بات سننے سے بھی انکار کردیں بلکہ اُس بستی کے جو بااثر لوگ ہیں وہ اُس ڈاکٹر کے خلاف جتھہ بندی کرکے اُسے اذیت پہونچانے لگیں۔

جبکہ وہ خدا ترس معالج، اُن لوگوں کو بہت نرمی سے سمجھا رہا ہو کہ:

"اے لوگو! میں تو صرف تمہاری بہتری کے لئے آیا ہوں، تمہارے دکھ درد کا علاج کرنا چاہتا ہوں۔ تم سے کوئی اُجرت بھی طلب نہیں کرتا۔

جیسا کہ جنابِ نوحؑ اور دیگر انبیائے کرام کے حالات میں ملتا ہے کہ:

جب لوگ انھیں اذیت پہونچاتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ:

...یَاقَوْمِ لَا اَسْئَلُکُمْ مَالاً، اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ

(اے میری قوم (کے لوگو) میں تو تم سے اِس (کارِ تبلیغ) کے سلسلہ میں، صلہ کے طور پر کوئی مال طلب نہیں کر رہا ہوں، میرا اجر تو بس خدا کے ذمہ ہے)

(سورۂ ہودؑ آیت ۲۹)

۵

حضرات ائمۂ طاہرین علیہم السلام بھی کارِ ہدایت ہی کی انجام دہی میں، لوگوں کی مخالفت اور مخاصمت کو برداشت کرتے تھے، اور اُن کی ایذا رسانیوں کے باوجود رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہتے تھے، تاکہ وہ راہِ مستقیم پر گامزن ہوں۔

اور جس طرح انبیائے کرام، اُمت سے مال کے طلبگار نہیں تھے۔
اُسی طرح ائمۂ طاہرین علیہم السلام بھی اُن سے کوئی عوض نہیں مانگتے تھے۔

مگر

جس طرح سے بدسرشت لوگوں نے انبیائے کرام کی بات سننے کے بجائے انکو قتل اور جلاوطن کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

اسی طرح ائمۂ طاہرین علیہم السلام کو بھی گوناگوں مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔

کسی کو زہر سے شہید کیا۔
کسی کو تلوار سے شہید کیا۔
کسی کو قیدی بنا کر دیار بدیار لے جایا گیا۔
کسی کو ساری زندگی قید خانوں میں بسر کرنا پڑی۔

اِسی طرح کی انواع و اقسام کی اذیتوں کا، "ان خاصانِ خدا"، ہادیانِ برحق کو سامنا کرنا پڑا۔

۶

امام محمد باقر علیہ السلام کے مذکورہ بالا مختصر فرمانِ مقدس میں، اُن کے منصب کی اہمیت کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، اور قوم نے اُن کے ساتھ جو سلوک کیا، اس کی طرف بھی نہایت بلیغ انداز سے توجہ دلائی گئی ہے۔



حیاء اور ایمان

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ:

اَلْحَیَاءُ وَالْاِیْمَانُ مَقْرُوْنَانِ فِیْ قَرَنٍ، فَاِذَا ذَھَبَ اَحَدُھُمَا تَبِعَہٗ صَاحِبُہٗ۔

امامؑ نے فرمایا:

(حیا، اور ایمان... ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔
ایک رخصت ہو تو دوسرا بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلا جائے گا)

• حیاء انسانی زندگی کے ایک خاص جوہر کا نام، جو بہت سے بُرے کاموں سے، انسان کو محفوظ رکھنے کا سبب بنتا ہے۔

جس شخص میں حیا ہوگی وہ بدکلامی نہیں کرے گا۔

جس شخص کے اندر حیا ہوگی وہ کسی سے بداخلاقی سے پیش نہیں آئے گا۔

صاحبِ حیا انسان، لوگوں کے ساتھ وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔

حیا کا مالک شخص، لوگوں کے سامنے کسی بُرائی کا مرتکب نہیں ہوگا۔

جو حیا کی صفت سے مالا مال ہوگا، وہ داد و دہش کے موقع پر بخل سے کام نہیں لے گا۔

اور جس شخص کے اندر حیا کی صفت موجود ہوگی وہ قول و فعل میں کسی ایسی بات یا کسی ایسے عمل کا مرتکب نہیں ہو سکتا جس پر اُسے تنبیہ کی جا سکے، یا بازپرس کی جا سکے۔

کیونکہ اُسے یہ احساس رہے گا کہ:

یہ بات تو باعثِ شرم ہے کہ مجھے کوئی کسی بات پر ٹوکے یا مجھ سے بازپرس کی جائے، اور میرے کسی عمل کے سلسلہ میں مجھے تنبیہ کی جائے۔

اور جب وہ شخص یہ پسند نہیں کرے گا کہ دنیا میں کوئی شخص کسی بات پر اُس سے بازپرس کرے، یا کسی عمل کے سلسلہ میں اُسے تنبیہ کرے۔

تو وہ یہ بات ہرگز پسند نہیں کرے گا کہ بارگاہِ معبود میں حضورِ اکرمؐ یا ائمہ طاہرینؑ کے سامنے، اُسے کسی بات پر بُرا بھلا کہا جائے، یا میدانِ حشر میں بندگانِ خدا کے سامنے اُس کی بداعمالیوں کی تشہیر کی جائے۔

"حیا" —— کی ان خصوصیات پر نظر رکھیے، اور پھر امام پنجم حضرت محمد باقرؑ کے مذکورہ بالا فرمانِ گرامی پر غور کیجیے، تو دل کی گہرائیوں سے یہ آواز آئے گی کہ:

"حیا" —— اور "ایمان" واقعاً ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ جہاں ایک پایا جائے وہیں دوسرا بھی ڈیرہ ڈال دے گا۔



علم اور حلم

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

مَا شِيْبَ شَيْءٌ بِشَيْءٍ اَحْسَنَ مِنْ حِلْمٍ بِعِلْمٍ۔

(تحف العقول ۲۹۲)

(جن دو چیزوں کو ایک دوسرے سے ملایا جائے اُن میں سب سے بہتر حلم اور علم کا ساتھ ہے)

(مفہوم طعن)

"

علم کی برتری کے لئے یہی کافی ہے کہ مالکِ دوجہاں نے انسانِ اوّل کو زمین پر اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتے ہوئے اُس کے سر پر جو تاج رکھا، وہ علم کا تاج تھا، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا

(خدا نے آدمؑ کو تمام اسماء کا علم عطا کیا)

اور پھر اس دائمی حقیقت کا بھی خالقِ کائنات نے اپنی مقدس کتاب میں واضح طور سے اعلان فرما دیا کہ صاحبانِ علم کو وہ ہمیشہ سربلند رکھے گا

ارشادِ قدرت ہے:

.. يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ..

(خداوندِ عالم سربلندی عطا کرے گا، تم میں سے اُن لوگوں کو

جو ایمان لا چکے ہیں اور (اُن لوگوں کو) جنھیں علم عطا کیا گیا، درجات (کی بلندی) سے سرفراز کرے گا)

(سورۂ مبارکۂ مجادلہؑ آیت ۱۱)

"

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے دیوان کا یہ شعر بھی اہلِ ایمان کو علم کی عظمت و جلالت کی طرف توجہ دلاتا رہے گا کہ:

رضینا قسمة الجبار فینا

لنا علم وللاعداء مال

فان المال یفنی عن قریب

وان العلم باق لا یزال

(ہم پروردگارِ عالم کی اس تقسیم پر خوش ہیں کہ ہمارے لئے علم، اور دشمنوں کے لئے مال (و دولت کی فراوانی) ہے

بیشک، مال بہت جلد ختم ہو جائے گا۔

(لیکن) علم باقی رہنے والی (وہ دولت ہے) جس کے لئے زوال نہیں ہے۔

(ملاحظہ فرمایئے: دیوان امیر المومنینؑ)

"

اور علم و دانش کے ساتھ ساتھ، اگر طبیعت کے اندر حلم و بُردباری بھی ہو تو شخصیت میں ایک منفرد نکھار، اور ایک غیر معمولی جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی شخص علم کی دولت سے تو مالا مال ہو —— لیکن خدانخواستہ غیض و غضب کا بھی مالک ہو تو تشنگانِ علم، جو اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں، وہ اُس کے مزاج کی برہمی کے پیشِ نظر اس کے قریب جانے

کریں گے۔

اس کے برخلاف، اگر اس صاحبِ علم کے اندر حلم و بردباری اور تواضع و انکسار بھی ہو، تو ہر وہ شخص جو علم و دانش کا طلب گار ہوگا، وہ اُس سے قریب ہونے کی کوشش کرے گا، تاکہ اپنی جہالت کو دور کرنے اور اپنے قلب کو علم و حکمت کی روشنی سے منور کرنے کی کوشش کرے۔



اہلِ علم کی فضیلت

امام پنجم حضرت محمد باقر علیہ السلام کا ایک مشہور فرمان ہے کہ:

عَالِمٌ يُنْتَفَعُ بِعِلْمِهٖ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ اَلْفَ عَابِدٍ۔

(وہ عالم جس کے علم سے فیض حاصل کیا جائے، ستر ہزار عبادت گزاروں سے افضل ہے)

(تحف العقول، صفحہ ۲۹۴)

جس کی تشریح کرتے ہوئے شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"علم اور علماء کی فضیلت میں روایات، اتنی زیادہ ہیں کہ جنھیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نمونے کے طور پر چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:

- ایک عالم، ایک ہزار عبادت گذار، اور ایک ہزار زاہد و پرہیزگار اشخاص سے افضل ہے۔"
- جیسی فضیلت آفتاب کو دوسرے ستاروں پر ہے ویسی ہی فضیلت عالم کو دوسرے عبادت گذاروں پر ہے۔
- عالم فقیہ کی ایک نماز (عام) عبادت گذار کی ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔
- جاہل کی نماز سے عالم کی نیند بہتر ہے۔
- اگر کوئی مومن دنیا سے جانے (سے پہلے) ایسا نوشتہ چھوڑ جائے

جس میں علم (ودانش کی باتیں) ہوں تو وہ قیامت کے دن اُس کے اور آتش (جہنم) کے درمیان حائل ہوجائے گا، اور خداوند عالم اُسکے ہر حرف کے بدلے، اُس کو ایک شہر عطا فرمائے گا...

- جب عالم فقیہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس پر فرشتے گریہ کرتے ہیں اور زمین کا وہ ٹکڑا، جہاں اُس نے خدا کی عبادت کی ہو، اور آسمانوں کے وہ دروازے جن کے ذریعے سے اُس کے اعمال اوپر گئے ہوں (سب غمزدہ ہوتے ہیں)
- (عالم کی موت سے) اسلام کے جدار میں رخنہ پڑ جاتا ہے، جسے کوئی اور شے پُر نہیں کرسکتی۔
- جس طرح شہر کی فصیل بنائی جاتی ہے (جو اس کی حفاظت کا ذریعہ ہوتی ہے) اُسی طرح سے، فقہائے کرام، اسلام کی فصیل ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیں: کافی جلد ۱ ۳۲-۷۲
بحوالہ منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۲۰۰)

(۶)

جلیل القدر محدث بزرگ "ثقۃ الاسلام شیخ نوری علیہ الرحمہ نے بھی بکثرت احادیث، علماء کی فضیلت اور ان کی ذات سے وابستہ فیوض و برکات کے سلسلہ میں اپنی کتاب "کلمۃ طیبۃ" میں جمع کی ہیں۔

جن میں آپنے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:

علماء کے فیوض میں ایک (اہم) فیض یہ بھی ہے کہ ان کے وسیلے سے خداوند عالم کی محبت (اور اُس کی رحمت کے برکات) بندوں پہونچتے ہیں اور ان لوگوں کے ذریعے، بندوں (کے دلوں میں) خداوند عالم کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

اور مذکورہ بالا دونوں محبتیں صاحبانِ عرفان کے سیر سلوک کا گوہرِ مقصود، اور رب کی بارگاہ میں رجوع کرنے والوں کا منتہائے مطلوب ہیں)

(منتہی الآمال جلد ۲)

(۵)

اور جناب شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے نواسہ نے اپنی کتاب "مشکواۃ الانوار" میں ایک طولانی حدیث حضور اکرمؐ سے نقل کی ہے جس میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

... عالم کی نشست میں بیٹھنا، ایک ہزار جنازہ (میں شرکت) ایک ہزار مریضوں کی عیادت، ہزار راتوں کی عبادت ... ہزار (مستحب) روزوں، صدقہ کے ہزار درہم مسکینوں کو دینے، ہزار (مستحب) حج کرنے اور ہزار (مستحب) جہاد سے بہتر ہے ...

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خداوند عالم کی اطاعت کا ذریعہ علم ہے، اور دُنیا و آخرت کی ہر نیکی علم سے وابستہ ہے، جبکہ دُنیا و آخرت کی ہر برائی جہل سے تعلق رکھتی ہے۔

(نیز آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ)

کیا میں تمہیں اُن لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو نہ انبیائے کرام میں سے ہونگے، اور نہ شہداء میں سے، پھر بھی روزِ قیامت وہ قابلِ رشک درجات میں ہونگے، اور خداوند عالم کی بارگاہ میں نور کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے؟

کسی نے پوچھا: "اے خدا کے رسولؐ وہ کون لوگ ہیں؟"

فرمایا کہ:- "یہ وہ لوگ ہیں جو (اپنے علم و دانش کے ذریعہ سے) بندوں کو خدا سے نزدیک کرتے ہیں، اور خداوند عالم کی محبت بندوں کے دلوں میں راسخ کرتے ہیں۔

(راوی کہتا ہے):

ہم لوگوں نے عرض کیا کہ :

"وہ بندوں کے دل میں خدا کی محبت پیدا کرتے ہیں۔" یہ تو ہماری سمجھ میں آگیا یہ وضاحت فرمایئے کہ کس طرح یہ لوگ بندوں کو خدا کی بارگاہ میں (مقرب و) محبوب بناتے ہیں ؟

آنحضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ :

جو چیزیں خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں' اُن کا یہ لوگ حکم دیتے ہیں' اور جو چیزیں اُس کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں' اُن سے منع کرتے ہیں' تو جو لوگ اُن کی باتوں کی اطاعت کرتے ہیں وہ خدا کی بارگاہ میں محبوب ہو جاتے ہیں۔



دُنیا و آخرت کی سعادت

قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

ثَلَاثَةٌ مِنْ مَکَارِمِ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ: اَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَتَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ، وَتَحْلُمَ اِذَا جُهِلَ عَلَیْكَ۔

تین باتوں میں دنیا و آخرت کی سربلندی اور سعادت ہے :

(۱) :۔ جو تم پر ظلم کرے اُسے معاف کردو۔

(۲) :۔ جو تمہارے ساتھ قطع تعلق کرے' اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو۔

(۳) :۔ جو تمہارے خلاف نادانی کرے' اُس کے ساتھ حلم و بردباری سے کام لو۔

(ملاحظہ فرمایئے : مستدرک الوسائل جلد ۲' صفحہ ۸۹)

(۱)

عفو و درگذر' صلۂ رحم' اور حلم و بردباری' اُن صفاتِ حسنہ میں سے ہیں' جنھیں دُنیا کے تمام صاحبانِ فکر و دانش تسلیم کرتے ہیں

چاہے وہ کسی دین و مذہب کے پیروکار ہوں' یا نہوں۔

البتہ مسلمانوں' اور خصوصاً اہلبیتِ طاہرینؑ کے دامن سے وابستہ افراد پر' ان باتوں کی زیادہ ذمّہ داری عائد ہوتی ہے۔

کیونکہ قرآن مجید کی آیات' اور اہلبیتِ کرام علیہ السلام کے ارشادات میں

مذکورہ بالا باتوں کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

ارشادِ قدرت ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ، وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

(درگذر اختیار کرو، اچھے کاموں کا حکم دو اور جاہلوں (نادان لوگوں) کی طرف سے منہ پھیرلو)

(سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۹)

۞

جس کے ذیل میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ:

ان آیات میں... اخلاقِ فاضلہ کی ہدایت دی گئی ہے، جس کے تین جملے ہیں:

پہلا جملہ: "خُذِ الْعَفْوَ" ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے لفظِ عفو کے کئی معنی ہو سکتے ہیں؛ اور اس موقع پر ہر معنی کی گنجائش ہے۔

اس لئے علمائے تفسیر کی مختلف جماعتوں نے مختلف معنی لئے ہیں:

بہت سے مفسرین نے جس (معنی) کو اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ:

عفو کے معنی: معافی اور درگذر کے ہیں۔

ابنِ جریر طبری کا بیان ہے کہ:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل سے... اور جبرئیل نے خداوندِ عالم سے دریافت کرنے کے بعد یہ معنی بیان کئے ہیں کہ:

اس آیت میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے، آپ اُسے معاف کردیں، اور جو شخص آپ کو کچھ نہ دے،

آپ اُس پر بخشش کریں، اور جو آپ سے قطع تعلق کرے، آپ اُس سے بھی ملتے رہا کریں۔

اس مضمون کی تائید اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو عقبہ بن عامر کی روایت سے منقول ہے کہ:

اُن کو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی تھی وہ وہی تھی کہ "جو شخص تم پر ظلم کرے اُس کو معاف کردو، جو تم سے قطع تعلق کرے تم اُس سے ملا کرو، اور جو تمہیں محروم کردے تم اس کو بخشش دیا کرو۔"

اور بیہقی نے حضرت علی مرتضٰی سے نقل کیا ہے کہ:

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میں تم کو اولین و آخرین کے اخلاق سے بہتر اخلاق کی تعلیم دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو شخص تم کو محروم کرے تم اُس پر بخشش کرو، جو ظلم کرے، تم اُس کو معاف کردو، جو تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے بھی ملا کرو۔"

۞

آیت میں دوسرا فقرہ یہ ہے کہ:

"وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ" عُرف بمعنی معروف —— ہر اچھے اور مستحسن کام کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ: "جو لوگ آپ کے ساتھ برائی اور ظلم سے پیش آئیں آپ اُن سے انتقام نہ لیں بلکہ معاف کردیں —— مگر ساتھ ہی اُن کو نیک کام کی ہدایت بھی کرتے رہیں گویا بدی کا بدلہ نیکی سے اور ظلم کا بدلہ صرف انصاف ہی سے نہیں بلکہ احسان سے دیں

تیسرا جملہ :۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ:

"جاہلوں سے آپ کنارہ کش رہیں"

مقصد یہ ہے کہ ظلم کا انتقام چھوڑ کر آپ اُن کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کریں، اور نرمی کے ساتھ اُن کو حق بات بتلائیں۔

مگر بہت سے جاہل ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس شریفانہ معاملہ سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ اس کے باوجود، جہالت اور سختی سے پیش آتے ہیں تو ایسے لوگوں کے ساتھ آپ کا معاملہ یہ ہونا چاہیئے کہ اُن کے دلخراش اور جاہلانہ کلام سے متاثر ہو کر اُن ہی جیسی سخت گفتگو نہ کریں، بلکہ ان سے کنارہ کش ہو جائیں۔

(استفادہ: از تفسیر معارف القرآن جلد ۴ صفحہ [illegible])



دوست کی شناخت

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

بِئْسَ الْاَخُ اَخٌ يَرْعَاكَ غَنِيًّا وَيَقْطَعُكَ فَقِيْرًا

(وہ شخص بہت برا بھائی (دوست) ہے جو (تمہاری حالت) تونگری میں تو تم سے تعلقات استوار رکھے اور تنگ دستی کے زمانہ میں تم سے قطع تعلق کر لے)

(منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۱۸۶)

حالت فقر و غنا، درحقیقت انسان کی آزمائش کا ایک ذریعہ ہے۔

خالق کائنات کا واضح اعلان ہے کہ:

"ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائیں گے، کبھی خوف سے، کبھی بھوک سے.... کبھی دوسری آزمائشوں میں ڈال کر تمہارا امتحان لیں گے۔

چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۔

(اور ہم، یقیناً تم لوگوں کو آزمائیں گے:

کچھ خوف سے۔

بھوک سے۔

مال کی کمی سے —
جانوں (کے ذریعہ) سے — اور
پھلوں میں کمی کر کے....

(سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۵)

٭

ان آزمائشوں سے ایک طرف یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بندہ اپنے پروردگار پر کتنا ایمان رکھتا ہے، تو دوسری طرف یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ:

جو لوگ اُس سے اظہارِ محبت کرتے ہیں ان میں اخلاص کتنا ہے؛

کون لوگ اُس کی ذات سے محبت کرتے ہیں، اور کون اُسکے وسائلِ حیات سے!

جو اُس کی ذات سے محبت کرنے والے ہیں، وہ اُس کی تونگری کے زمانہ میں بھی اس کے دوست ہونگے، اور غربت و تنگدستی کے دور میں بھی اس کے ساتھ نظر آئیں گے۔

لیکن جو لوگ اُس کے مال و دولت اور وسائلِ حیات کی بنا پر اس سے تعلق رکھتے تھے، وہ غربت و پریشانی کے زمانہ میں اُس سے کنارہ کش ہوجائیں گے۔

کیونکہ انھیں اس شخص کی ذات سے تو دلچسپی تھی نہیں، جو برقرار رہتی، کیونکہ ذات تو اپنی جگہ پر برقرار ہی ہے۔

اُن لوگوں کو اس کے وسائلِ حیات سے دلچسپی تھی، جب تک وہ وسائلِ حیات اُس کے ساتھ رہے وہ لوگ اُس کے ساتھ نظر آئے، اور جب وسائلِ حیات نے منھ موڑ لیا، تو جو لوگ صرف وسائلِ حیات کی بناء پر اس کے ساتھ تھے انہوں نے بھی منھ موڑ لیا۔

٭

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ارشادِ مقدس میں واضح طور سے فرمایا ہے کہ:

"وہ شخص بہت بُرا دوست ہے جو تونگری کے زمانہ میں تمہارا ساتھ دیتا ہے اور غربت و افلاس کے دور میں تم سے لاتعلق ہوجاتا ہے۔"

٭

جب تم تونگر تھے، تو تم سے قربت کا اظہار کرتا تھا تاکہ تمہارے مال و دولت سے فیضیاب ہوسکے، اور جب تم پر آزمائشوں اور سختیوں کا دور آیا تو تم سے کنارہ کش ہوگیا کہ کہیں تم کسی مشکل کے موقع پر اُس سے مدد کے طلب گار نہ ہوجاؤ۔

اور یہ بات اُس کے باطن کی خرابیوں کو تو نمایاں کرتی ہی ہے، اسی کے ساتھ یہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ:

وہ صرف لالچ کی بنا پر تم سے ملتا تھا۔

جب تک اس کا مدّعا حاصل ہوتا رہا — یا مدعا کے حصول کی امید باقی رہی۔

وہ تم سے دوستی کا اظہار کرتا رہا

اور جب مدعا کے حصول کے امکانات کم ہوگئے، تو کنارہ کش ہوگیا۔



کمالِ ایمان کی علامتیں

قَالَ عَلَیْہِ السَّلاَمُ :

ثَلاَثَۃٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ:
مَنْ اِذَا رَضِیَ لَمْ یُدْخِلْہُ رِضَاہُ فِیْ بَاطِلٍ
وَمَنْ اِذَا غَضِبَ لَمْ یُخْرِجْہُ غَضَبُہُ مِنَ الْحَقِّ
وَمَنْ اِذَا قَدَرَ لَمْ یَتَنَاوَلْ مَا لَیْسَ لَہُ

تین باتیں ایسی ہیں کہ جس میں ہوں گی' اس کا اللہ پر ایمان کامل ہوگا :

(۱) :- ایسا شخص جو خوش ہو تو اُس کی خوشی و شادمانی اُسے کسی غلط کام کی طرف نہ لے جائے۔

(۲) :- جو اگر غضب ناک ہو تو اُس کا غصہ اسے حق سے دور نہ کرے۔

(۳) :- جو اگر صاحبِ اقتدار و اختیار ہو تو ایسی چیز پر قبضہ نہ کرلے جو اُس کی نہیں ہے۔

اعتدال اور میانہ روی' وہ جوہر ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر اپنی اہمیت کا احساس دلاتا ہے، خوشی ہو یا غم' آرام ہو یا پریشانی' تکلیف ہو یا راحت' سکون کی حالت ہو یا رنج و اضطراب کی کسی بھی صورت میں اُس کا قدم راہِ اعتدال سے ہٹنے نہ پائے۔

اور اسی کے ساتھ بندۂ مومن کی یہ صفت ہونی چاہیئے کہ ہر حالت میں

رضائے پروردگار کو ملحوظِ خاطر رکھے۔

اگر خوشی کا موقع ہو جیسے عید الفطر' عیدِ قربان اور دوسری مبارک تاریخیں' یا شادی وغیرہ کی تقریب ہو' کسی موقع پر کوئی ایسا کام نہ کرے جو رضائے پروردگار کے خلاف ہو' ناچ گانا' مخلوط اجتماعات' اجنبی مرد و عورت کا آزادانہ میل جول' عام دنوں بھی ممنوع ہے' اور خوشیوں اور تہوار کے موقع پر بھی۔

شادی یا خوشی کو احکامِ الٰہی کے نظر انداز کرنے کا بہانہ نہیں بنایا جاسکتا۔

اسی طرح اگر کسی سے دشمنی ہو' یا کسی بات پر غصہ آیا ہو' تو یہ نہیں ہوسکتا کہ غصہ سے بے قابو ہوکر کوئی ایسا کام کر بیٹھیں' جس کی خدا و رسول اور ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اجازت نہ دی ہو' یا اُن کی ناراضگی کا سبب بنے۔

غصہ آنا' اگرچہ بعض اوقات' فطری بات ہی کیوں نہ ہو لیکن بندۂ مومن تو وہ ہے جس کا قدم کبھی جادۂ حق سے ہٹنے نہ پائے ' اور حالت غیظ و غضب میں بھی' اُس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جو ناحق ہو۔

تیسری بات :

اختیارات کا استعمال' ہمیشہ برمحل' صائب' اخلاق و شریعت کے ماتحت' اور انسانیت کے دائرے میں ہونا چاہیئے۔

ایسا نہ ہو کہ انسان جب تک اقتدار و اختیار سے محروم رہے اُس وقت تک تو وہ شریف نظر آئے اور جب منصب و اقتدار پر فائز ہوجائے تو

لوگوں پر ظلم و ستم ڈھانے لگے، یا ناحق کسی کے مال پر قابض ہو جائے۔

جیسا کہ زیادہ تر ظالم حکمرانوں کے حالات میں یہ بات نظر آتی ہے، چاہے ماضی میں فدک پر قبضہ ہو یا آج کے دور میں افغانستان، عراق اور دوسرے علاقوں پر جارح اقوام کا ناجائز قبضہ۔

یہ سب، اقتدار و اختیار کے ناجائز استعمال ہی کی مثالیں ہیں۔



نیکیوں کے خزانے

قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ :

اَرْبَعٌ مِنْ كُنُوزِ الْبِرِّ: كِتْمَانُ الْحَاجَةِ، وَكِتْمَانُ الصَّدَقَةِ وَكِتْمَانُ الْوَجَعِ، وَكِتْمَانُ الْمُصِيبَةِ۔ (تحف العقول ۴۰۴)

(چار باتیں، نیکیوں کے خزانے (کی حیثیت رکھتی) ہیں:

- اپنی ضرورت کا اظہار نہ کرنا۔
- صدقہ، چھپا کر دینا۔
- درد و تکلیف کو آشکار نہ کرنا۔
- (واقع ہونے والے) مصائب (و آلام) کو (لوگوں سے) چھپانا۔

لوگوں کے سامنے اپنی حاجت مندی یا تنگ دستی ظاہر کرنے سے آبرو جاتی رہتی ہے اور پھر لوگ اس کی طرف توجہ کم کر دیتے ہیں۔

نیز۔ صدقہ و خیرات کے سلسلہ میں اردو محاورہ بھی یہی ہے کہ:

نیکی اس طرح سے کرو کہ ایک ہاتھ دے تو دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

اور قرآن مجید کی آیات میں بھی، چھپا کر صدقہ و خیرات کرنے کی تعریف کی گئی ہے۔

اسی طرح اپنی تکلیف کو لوگوں کے سامنے آشکار نہ کرنا بھی انسان کی قوتِ برداشت کو ظاہر کرتا ہے اور لوگ بھی اس شخص کی توصیف کرتے ہیں، جو دوسروں کے سامنے اپنی تکلیف کا اظہار نہ کرے۔

اور مصیبت کو مخفی رکھنا بھی، اس بات کی علامت ہے کہ یہ انسان اندرونی اور باطنی طور پر بہت مضبوط اعصاب کا مالک ہے۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے مندرجہ ذیل اشعار بھی، اسی مفہوم کی نشاندہی کرتے ہیں، جن میں آپ نے فرمایا ہے کہ:

فَإِنْ تَسْئَلِينِيْ كَيْفَ اَنْتَ فَاِنَّنِيْ
صَبُوْرٌ عَلٰى رَيْبِ الزَّمَانِ صَلِيْبُ
يَعِزُّ عَلَيَّ اَنْ يُرٰى بِيْ كَاٰبَةٌ
فَيُشْمِتَ عَادٍ اَوْ يُسَاءَ حَبِيْبُ

اگر تم مجھ سے پوچھو کہ: آپ کیسے ہیں تو (سنو)؛
میں زمانہ کے حوادث و آلام پر خوب صبر کرنے والا مضبوط (اعصاب کا مالک) ہوں۔
میرے لئے یہ بات بہت سخت ہے کہ:
میری کوئی پریشانی اور تکلیف نظر آئے۔
(جسے دیکھ کر) دشمن شماتت کرے، یا دوست رنجیدہ ہو)

(ملاحظہ فرمایئے: دیوان امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ -- صفحہ ۱۳، منشورات الرضی)



حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرمانِ مقدس میں جن چار باتوں کے بارے میں نصیحت فرمائی ہے۔
اُن کا تعلق تمام بنی نوع انسان سے ہے، ہر شخص کے لئے یہ بات پسندیدہ ہے کہ:

(۱): لوگوں کے سامنے اپنی حاجت مندی کا اظہار نہ کرے۔

(۲): خیرات کرے تو اُسے پوشیدہ رکھے۔
(۳): اپنی تکلیف لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔
(۴): مصائب و آلام کے بارے میں حتی الامکان لب کشائی نہ کرے۔

لیکن اہلبیت کرام علیہم السلام کے چاہنے والوں پر ان باتوں کی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ جو شخص ان ہادیانِ برحق کے اُسوۂ حسنہ کو دنیا میں سعادت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے، اُس پر فرض ہے کہ اپنی عملی زندگی میں بھی اُن کی تعلیمات پر پورے شعور و آگہی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔



انکسار و تواضع کی علامت

قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ :

اَلتَّوَاضُعُ الرِّضَا بِالْمَجْلِسِ دُوْنَ شَرَفِهٖ، وَاَنْ تُسَلِّمَ عَلٰی مَنْ لَقِیْتَ، وَاَنْ تَتْرُكَ الْمِرَاءَ وَاِنْ كُنْتَ مُحِقًّا۔

(ت ح ۲۹۶)

(انکساری یہ ہے کہ :

انسان، لوگوں کے مجمع میں، اُس جگہ بیٹھنے پر بھی راضی ہو جو اس کے شرف و منزلت سے کمتر ہو۔

اور یہ کہ جس سے ملاقات ہو اُسے سلام کرو۔

اور بحث و جدال سے پرہیز کرو، چاہے تم حق پر ہی کیوں نہ ہو)۔

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے: تحف العقول ص۲۹۶)

٭

انسان کی ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ بلند مرتبے اور مقام کا آرزومند رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ جس جگہ بھی جائے اُس کی تعظیم و تکریم کی جائے۔

اور بسا اوقات اس کے اندر یہ خواہش اتنی شدید ہوتی ہے کہ اگر کسی جگہ مناسب نشست نہ ملے یا صاحبِ خانہ خصوصی طور پر توجہ نہ دے تو لوگ اُسے اپنی ہتکِ عزت سمجھتے ہیں۔

جبکہ خالقِ دوجہاں کا واضح ارشاد ہے کہ :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔

(بیشک، خداوندِ عالم، اکڑنے والے، اور اترانے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتا)۔

(سورہ لقمان آیت ۱۸)

اور تواضع و انکساری سے پیش آنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ :

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا، وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔

(اور (خدائے) رحمان کے (خاص) بندے تو وہ ہیں، جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام (تم سلامت رہو)

(سورہ مبارکہ الفرقان آیت ۶۳)

اور خود پیغمبر اکرم کو جو کائنات کے سید و سردار، اور سب سے بلند و بالا ہستی ہیں، پروردگارِ عالم نے اہلِ ایمان کے سامنے تواضع کا حکم دیا۔

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے،

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(اور جو مومنین تمہارا اتباع کرتے ہیں اُن کے سامنے اپنا بازو جھکاؤ (تواضع کرو)

(ملاحظہ فرمایئے سورہ شعراء آیت ۲۱۵)

٭

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے چاہنے والوں کو تواضع و انکساری

اختیار کرنے کا حکم بھی دیا۔ اور اس کی مندرجہ ذیل علامتیں بھی بیان فرمادیں:

(۱) :۔ انسان کسی جگہ جائے، تو بلند و بالا جگہ بیٹھنے کا آرزو مند نہ ہو، بلکہ اپنی حیثیت سے کمتر جگہ بھی بیٹھنا پڑے تو راضی رہے۔

(۲) :۔ لوگوں سے ملاقات کے موقع پر اس بات کا انتظار نہ کرے کہ لوگ اُسے سلام کریں۔ بلکہ خود سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرے۔

(۳) :۔ حق پر ہونے کے باوجود بحث و جدال سے حتی الامکان اجتناب کرے، صرف اس بنا پر زبان درازی نہ کرتا پھرے کہ میں حق پر ہوں۔ یا سچ کہہ رہا ہوں۔ کیونکہ یہ بذاتِ خود، ایک مذموم صفت ہے۔



نصیحت کون قبول کرتا ہے؟

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ:

مَنْ لَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ مِنْ نَفْسِہٖ وَاعِظًا، فَاِنَّ مَوَاعِظَ النَّاسِ لَنْ تُغْنِیَ عَنْہُ شَیْئًا۔

(جس شخص کو خداوندِ عالم کی طرف سے یہ توفیق نہ ملی ہو کہ اُس کا نفس اسے نصیحت (پر آمادہ) کرے، اسے لوگوں کی نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔)

نیکی کی توفیق، حاصل ہونا، درحقیقت الطاف و انعاماتِ الٰہیہ میں سے ایک انعام ہے، جس شخص کو یہ توفیق نصیب ہو اُس کے لئے خیر کی راہ پر چلنا بہت آسان ہے۔

اور اس کا آسان ترین راستہ وہی ہے جو مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اس ارشادِ مقدس میں نظر آتا ہے کہ:

حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا

(اپنا حساب خود کر لو، قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔)

انسان اگر روزانہ اپنا محاسبہ کرتا رہے، اور یہ جائزہ لیتا رہے کہ میں صداقت کی راہ سے کس قدر نزدیک ہوں، اور اطاعت و فرماں برداری کے احساسات میرے اندر کس قدر نمو پا رہے ہیں؛ تو یہ احتسابِ نفس اُسے راہِ حق پر گامزن رکھنے میں مددگار

ثابت ہوگا۔

مثال کے طور پر:

اگر انسان اپنا یہ معمول بنالے کہ روزانہ رات کو بستر پر لیٹنے کے بعد یہ جائزہ لے کہ آج صبح جب میں بستر سے اٹھا تھا، اُس وقت سے اب دوبارہ بستر پر جانے تک میں نے جو باتیں کی ہیں، یا جو کام انجام دیئے ہیں، اُن میں کون کون سے کام رضائے پروردگار کے مطابق تھے، اور کون کون سی باتیں، مجھ سے ایسی سرزد ہوئی ہیں جو خداوندِ عالم کی رضا کے خلاف ہوں۔

اِس محاسبہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پہلے دن اگر سَو غلطیاں نظر آئیں تو دوسرے دن اُن میں کچھ کمی ضرور ہو جائے گی، تیسرے دن کچھ اور کمی ہوگی۔۔ اس طرح اگر روزانہ اپنا جائزہ لیتے رہیں تو ایک دن ایسا آسکتا ہے جب انسان یہ محسوس کرے کہ:

آج کا دن میں نے اس طرح گذارا ہے، جس میں کوئی کام ایسا نہیں کیا جو خوشنودیٔ پروردگار کے خلاف ہو۔

اور جب ایسا دن آئے تو سونے سے پہلے مالک کی بارگاہ میں اظہارِ تشکر کرے کہ میرے مالک تُو نے مجھے یہ توفیق دی کہ میں نے آج کے دن تیری کوئی نافرمانی نہیں کی۔



کامِل کون ہے؟

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ:

اَلْکَمَالُ کُلُّ الْکَمَالِ: اَلتَّفَقُّہُ فِی الدِّیْنِ، وَالصَّبْرُ عَلَی النَّائِبَۃِ وَتَقْدِیْرُ الْمَعِیْشَۃِ۔

کمال، اور پورا کمال (مندرجہ ذیل باتوں میں ہے):

(۱) دین میں فہم و بصیرت۔

(۲) مصائب و مشکلات پر صبر

(۳)۔ معیشت میں میانہ روی (اعتدال کی راہ)

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے: تحف العقول)

(۱)

دین کے معاملے میں فہم و بصیرت، ایک ایسی ناگزیر ضرورت ہے کہ خالقِ کائنات نے بنی نوعِ انسان کے ہر گروہ میں سے کچھ افراد کیلئے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ وہ اپنے گھروں سے نکلیں (علمی مراکز میں جاکر) دین کا فہم و شعور حاصل کریں، اور واپس آکر اپنے اہلِ وطن کو دین کے احکام سے باخبر کردیں۔

چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَافَّۃً، فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ، وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ۔

(اور ایمان والوں کیلئے یہ (فرض) نہیں ہے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں —— تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ : ہر جماعت میں سے کچھ لوگ گھر سے نکلیں تاکہ دین میں فہم و بصیرت حاصل کریں اور جب واپس جائیں تو اپنی قوم کو متنبہ کریں، شاید وہ لوگ (بُرائی کے ارتکاب، اور آتشِ جہنم سے) ڈریں)۔

(سورۂ مبارکہ "التوبۃ" آیت ۱۲۲)

جس کے ذیل میں اربابِ تفسیر نے لکھا ہے کہ :

"اس میں شک نہیں کہ "تفقہ فی الدین" —— سے مراد اسلامی معارف کا حصول ہے چاہے انکا تعلق اصولِ دین سے ہو یا فروعِ دین سے کیونکہ تفقہ (فہم و بصیرت) کے مفہوم میں یہ تمام اُمور جمع ہیں۔

لہٰذا مندرجہ بالا آیت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک گروہ ہمیشہ واجب کفائی انجام دینے کیلئے تمام اسلامی مسائل میں تحصیلِ علم کر کے اسلامی احکام کی تبلیغ کے لئے مختلف علاقوں کی طرف جائے، خصوصاً اپنی قوم اور جمعیت کی طرف آئے، اور اُسے اسلامی مسائل سے آشنا کرے

لہٰذا مندرجہ بالا آیت، اسلامی مسائل کے تعلیم و تعلّم کے وجوب کی ایک واضح دلیل ہے۔

دوسرے لفظوں میں :

تعلیم حاصل کرنا بھی واجب ہے، اور تعلیم دینا بھی۔

(تفسیر نمونہ جلد ۸ در ذیلِ تفسیر آیت ۱۲۲ سورہ توبہ)

وہ

اسی طرح مصائب و مشکلات پر صبر کرنا بھی، ایک نہایت اہم صفت ہے، جو مالکِ دو جہاں اہلِ ایمان کے اندر دیکھنا چاہتا ہے۔

قرآنِ مجید میں سورۂ مبارکہ "البقرہ"، "سورۂ النحل"، "سورہ الکہف"، "سورہ طٰہٰ"، "سورہ قصص"، "سورہ لقمان" "سورہ ص"، "سورہ الزمر"، "سورۂ المومن"، "سورۂ حم سجدہ"، "سورۂ الشوریٰ"، "سورۂ احقاف"، "سورہ ق"، "سورہ طور"، "سورۂ قلم"، "سورۂ معارج"، "سورۂ مزمل"، "سورۂ الدھر"، "سورہ بلد"، وغیرہ میں سیکڑوں مقامات پر صبر و شکیبائی کی توصیف کی گئی ہے، جن میں سے صرف ایک آیت تبرکاً اور تیمناً ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے :

ارشادِ قدرت ہے،

... وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ، إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔

(نیک کاموں کا حکم دو، ناپسندیدہ بُرے کاموں) سے روکو، اور جو مصیبت (اور مشکلات) تم پر پڑیں اُن پر صبر کرو، بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے)

(سورۂ مبارکہ "لقمان" آیت ۱۷)

وہ

اسی طرح معیشت میں میانہ روی بھی وہ بنیادی صفت ہے جس کی، خالقِ دو جہاں نے، قرآن مجید میں ہدایت فرمائی ہے۔

ارشادِ قدرت ہے،

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ، وَلَا تَبْسُطْهَا

كُلَّ الْبَسْطِ، فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَحْسُوْرًا۔

(اور اپنے ہاتھ کو، نہ تو گردن سے بندھا ہوا (بہت تنگ) کرلو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول دو (کہ سب کچھ دے ڈالو) کہ (آخرکار) تمہیں ملامت زدہ، حسرت و اندوہ میں بیٹھنا پڑے)

(سورۂ مبارکۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۹)

۞

اس آیت میں میانہ روی کی بہترین صورت بیان کی گئی ہے:

انسان اپنے ہاتھوں کو اس طرح روکے رکھے کہ کسی کو کچھ دینا ہی نہ چاہے، کسی کام میں مناسب طریقے سے حصہ لینے پر آمادہ ہی نہ ہو۔

اور نہ ہاتھوں کو اتنا کھول دے، اس قدر داد و دہش، اور بیجا اخراجات کرنے لگے کہ پھر ضروریات کیلئے کوئی رقم نہ بچے، اور وقتِ ضرورت سوائے حسرت و اندوہ کے، کوئی چارہ کار نظر نہ آئے۔



توشۂ راہ

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

إِنَّمَا الدُّنْيَا سُوْقٌ مِنَ الْأَسْوَاقِ يَبْتَاعُ فِيْهِ النَّاسُ مَا يَنْفَعُهُمْ وَمَا يَضُرُّهُمْ، وَكَمْ قَوْمٌ ابْتَاعُوْا مَا ضَرَّهُمْ فَلَمْ يُصْبِحُوْا حَتّٰى أَتَاهُمُ الْمَوْتُ فَخَرَجُوْا مِنَ الدُّنْيَا مَلُوْمِيْنَ لَمَّا لَمْ يَأْخُذُوْا مَا يَنْفَعُهُمْ فِي الْآخِرَةِ...

(دنیا درحقیقت بازاروں میں سے ایک بازار ہے جس میں لوگ ایسی چیزوں کی (بھی) خرید و فروخت کرتے ہیں، جو اُن کے لئے فائدہ مند ہیں اور (ایسی بھی) جو اُنھیں نقصان پہونچانے والی ہیں۔

کتنی ہی اقوام ایسی ہیں جنھوں نے ایسی چیزوں کی خرید و فروخت کی جنھوں نے اُنھیں نقصان پہونچایا، اور... کچھ وقت نہ گذرا تھا کہ موت اُن تک آ پہونچی تو وہ لوگ ملامت زدہ حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے، کیونکہ اُنہوں نے ایسی چیزیں حاصل نہیں کیں، جو اُن کے لئے آخرت میں نفع بخش ہوں)۔

۞

دنیا میں انسان کو خیر و شر کے درمیان اختیار دے کر بھیجا گیا ہے، البتہ اس کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے کے لئے انبیاء و مرسلین، اور ہادیانِ برحق بھیجے گئے، جو اُسے خیر سے نزدیک اور شر سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسے انجامِ کار سے باخبر کرتے ہیں اُس کے دل میں نیکی کے پودے کی آبیاری کرتے ہیں، بُرائی کے شعلے کو بُجھانے کے لئے سعیِ پیہم سے کام لیتے ہیں۔
لیکن انسان انجام سے بے خبر اور عواقب سے بے نیاز ہو کر ایسے اقدامات کر گذرتا ہے جن کے نتیجے میں خود کو ہلاکتِ ابدی سے دوچار کر لیتا ہے۔

(۹)

قرآن مجید میں خالقِ دوجہاں نے بنی نوعِ انسان کو اُس کاروبار کی طرف دعوت دی ہے، جو اُسے ہلاکت سے بچانے والا اور دائمی مسرتوں کی نوید عطا کرنے والا ہے
چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:

یا ایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم۔ تومنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم، ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔

(اے ایمان والو۔ کیا میں تمہیں ایسی تجارت (ایسے کاروبار) کی طرف نشاندہی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔؟ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ، اپنے جان و مال کے ذریعے خدا کی راہ میں جہاد کرو، یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے، اگر تم علم رکھتے ہو!)

(سورہ صف ۹ آیت ۱۰-۱۱)

جس کے ذیل میں اربابِ تفسیر نے لکھا ہے کہ،
(گویا مذکورہ بالا آیت میں، اُن لوگوں کو مخاطب کر کے، جو

کاروبار کا شوق رکھتے ہیں، یہ بتایا جا رہا ہے کہ):
"اے ایمان والو۔ اگر تم کو.... کمانے کا شوق ہے، تو تم کو.... ایسی سوداگری بتائی جاتی ہے جس میں سراپا نفع ہی نفع ہے، نقصان کا کہیں نام نہیں ہے....
خالص دل سے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی فرماں برداری قبول کرو اور جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نافرمان ہیں، انھیں راہِ راست پر لانے میں جان و مال سے کوشش کرو۔
اللہ کے رسولؐ جو شریعت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، اس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا، اور زبان سے اُس اعتقاد کے موافق اقرار کرنا، اور ہاتھ پاؤں سے شریعت کے موافق عمل کر کے اُس اقرار اور اعتقاد کو مضبوط اور سچا کر دکھانا۔ سلف کے نزدیک کامل ایمان کی نشانی ہے۔
(اور حضورِ اکرمؐ نے جنت کی نعمتوں اور مقامات کی رفعت کا جو ذکر فرمایا ہے)
..اس حساب سے دُنیا کی تجارت میں، کوئی شخص تمام دنیا بھی نفع کے طور پر کما لے، تو عقبیٰ کی تجارت کے نفع سے اس کو کچھ نسبت نہیں۔
فرمایا کہ:
عقبیٰ کی تجارت، سمجھ دار کیلئے، دُنیا کی تجارت سے بہتر اور بڑی کامیابی کی تجارت ہے، کہ اس میں ہمیشہ کے نفع کے طور پر جنت کی نعمتیں ہیں۔
(احسن التفاسیر جلد ۵ صفحہ ۱۴۰)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ارشادِ مقدس میں، ان کم نصیب افراد کا ذکر فرمایا ہے جو اپنی کم فہمی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ "دنیا کے بازار" میں صرف اُس چیز کا کاروبار کرتے ہیں جس کی منفعت عارضی اور جس کا نقصان دائمی ہے۔

جبکہ اگر وہ دور اندیشی سے کام لیتے تو ایسی "تجارت" کر سکتے تھے جس کا نفع دائمی ہوتا، اور وہ کسی خسارے اور ناکامی سے دوچار نہ ہوتے۔



بُرائیوں کی چابیاں

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ:

اِیَّاکَ وَالْکَسَلَ وَالضَّجَرَ فَاِنَّھُمَا مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ، مَنْ کَسَلَ لَمْ یُؤَدِّ حَقًّا، وَمَنْ ضَجِرَ لَمْ یَصْبِرْ عَلٰی حَقٍّ۔

(تحف العقول - ۲۹۵)

(خبردار! کسلمندی اور چڑچڑے پن (میں مبتلا نہ ہونا) — کیونکہ یہ دونوں باتیں، بُرائی کی چابیاں ہیں۔

جو شخص کسلمندی میں مبتلا ہوگا، وہ حق ادا نہیں کر سکے گا۔

اور جس شخص میں چڑچڑاپن ہوگا، وہ حق کے معاملے میں صبر نہیں کر سکے گا۔)

(۱)

دین، انسان کو مستعد اور باعمل دیکھنا چاہتا ہے — قرآن مجید میں خالق دوجہاں کا ارشاد ہے:

یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا

(اے انسان، تو اپنے پروردگار (کی بارگاہ میں حاضر ہونے) تک خوب کوشش (اور جدوجہد) کرنے والا ہے)

(سورہ مبارکہ انشقاق، آیت ۶)

لفظ "کادح" عربی زبان میں محنت اور جفاکشی کرنے والے کے

معنی میں ہے اسی مناسبت سے ربِ دنیا میں مزدور کو "کادح" کہا جاتا ہے : اور نئی اصطلاح میں ۔

اَلْکَادِحُوْن، وَالْفَلَّاحُوْن ۔۔۔ مزدوروں اور کسانوں کو کہا جاتا ہے ۔

٭

قرآن مجید میں انسان کو "کادح" کہہ کر اس حقیقت کی نشاندھی کی گئی ہے کہ مالکِ دوجہاں انسان کو ہمیشہ مصروفِ عمل دیکھنا چاہتا ہے البتہ اس کے عمل اور کوششوں کا منتہائے مقصود رضائے پروردگار ہونا چاہیئے ۔

اسی مناسبت سے "کادح" ۔ کے ساتھ اِلٰی رَبِّکَ (اپنے پروردگار کی طرف) کی قید لگادی گئی ۔

تاکہ عمل میں انحراف اور بے اعتدالی نہ پیدا ہونے پائے، انسان کسی ایسے کام میں خود کو مصروف نہ کرے جو خوشنودیٔ پروردگار کے خلاف ہو ۔

کیونکہ مالکِ دوجہاں نے اُسے جفاکش تو بنایا ہے لیکن اس جفاکشی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرکے اُس کا رُخ بھی معیّن کردیا ہے، تاکہ انسان اس جفاکشی کے ذریعے سے اپنی دنیا بھی سنوارے اور آخرت کی نعمتوں کا حقدار بھی بنے ۔

اور چونکہ قرآن کے نقطۂ نگاہ سے انسان کی کوششوں کا محور رضائے پروردگار ہونا چاہیئے، اسی لئے امام علیہ السلام نے کسلمندی اور کاہلی کو "مفتاحِ شر" قرار دیا ۔ اور یہ وضاحت فرمادی کہ :

"جو شخص کاہل ہوگا، وہ حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہے گا ۔

٭

حقوق میں، بندوں کے حقوق بھی ۔ اور خالق کے حقوق بھی ۔۔۔ اصطلاحی

اعتبار سے حقوق اللہ بھی اور حقوق العباد بھی ۔

اچھا انسان وہی ہے جو حقوق اللہ کو بھی ادا کرے اور حقوق النّاس کو بھی ۔

اور جیسا کہ فقہائے کرام نے وضاحت کی ہے :

"حقوق العباد" کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اگر کوئی شخص بندوں کے حقوق پامال کرنے کے بعد، خداوندِ عالم کی بارگاہ میں توبہ کرے اور اُس سے معافی کا خواستگار ہو، تو قدرت کی طرف سے، اس شخص سے کہا جائے گا کہ پہلے بندوں کے حقوق ادا کرو، پھر خدا سے معافی مانگو، کیونکہ جب تک وہ بندے معاف نہ کریں جن کا حق پامال کیا گیا ہے، اس وقت تک خدا بھی معاف نہیں کرے گا ۔

٭

اسی طرح مزاج کی نرمی، اور تحمّل و برداشت بھی نہایت اہم صفات میں سے ہے ۔ چنانچہ مالکِ دوجہاں نے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا :

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ...

(تو اے رسولؐ یہ بھی) خدا کی مہربانی ہے کہ تم ان کیلئے نرم دل ہو، اور اگر تم دُرشت مزاج، سخت دل ہوتے، تو یہ تمہارے اِردگرد سے چلے گئے ہوتے)

(سورۂ آلِ عمران : آیت ۱۵۹)

٭

انسان کی طبیعت میں نرمی اور تحمل و برداشت کی صفات ہوں تو وہ زندگی کی اَن گنت مشکلات کو انگیز کرنے کی صلاحیت سے مالا مال بھی ہوتا ہے اور مصائبُ آلام پر صبر کرنے کی استعداد بھی رکھتا ہے۔

اور یہ تو واضح ہے کہ حق کے راستے میں، قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اب اگر انسان کے اندر تحمل و برداشت کی صلاحیت موجود ہے تو وہ ان مشکلات کا صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کر سکے گا۔

جبکہ اگر تحمل و برداشت نہ ہو بلکہ چڑچڑاپن اور اکتاہٹ ہو تو راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب پر صبر نہیں کر سکے گا۔



اژدھے کے مُنہ میں درہم

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ:

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَاجَۃِ اِلیٰ مَنْ اَصَابَ مَالَہٗ حَدِیْثاً کَمَثَلِ الدِّرْھَمِ فِیْ فَمِ الْاَفْعیٰ اَنْتَ اِلَیْہِ مُحْوِجٌ، وَاَنْتَ مِنْھَا عَلیٰ خَطَر

(تحف العقول ۲۹۰)

کسی ایسے شخص سے، جو نیا نیا مالدار بنا ہو، کوئی حاجت وابستہ ہونا ایسا ہے جیسے وہ درہم جو کسی اژدہے کے مُنہ کے اندر ہو

کہ تمہیں اس کی احتیاج بھی ہے، اور اس میں تمہارے لئے خطرہ بھی ہے۔

و

انسان کیلئے بہتر بات تو یہی ہے کہ اپنی عزتِ نفس کا خیال کرے، اور حتی الامکان اپنی حاجت کسی کے سامنے بیان نہ کرے جیسا کہ حضرت محمد باقر علیہ السلام کے فرامین میں یہ بات گذر چکی ہے کہ:

اربع من کنوز البر

(چار باتیں (گویا) نیکی کا خزانہ ہیں۔

اُن میں امام علیہ السلام نے سب سے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ:

کِتْمَانُ الْحَاجَۃِ

(اپنی ضرورت کا اظہار نہ کرنا)

و

لیکن پھر بھی، زندگی میں بعض ایسے لمحات آجاتے ہیں جب انسان انتہائی بے بس ہو جاتا ہے، اور اپنی حاجت کے اظہار پر خود کو مجبور پاتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ انسان اپنی حاجت کا اظہار کسی ایسے شخص کے سامنے ہی کرے گا، جس کے پاس وسائل کی فراوانی ہو تاکہ وہ اس کی دادرسی کر سکے۔

صاحبانِ وسائل میں دو قسم کے اشخاص ہو سکتے ہیں،

(۱):۔ وہ جو عرصہ دراز سے دولت و ثروت سے مالامال ہو، جنھیں ہمارے محاورے میں "خاندانی رئیس۔" کہا جاتا ہے۔

(۲):۔ وہ لوگ جو ماضی میں تنگدست اور بدحال تھے، اور اب اچانک اُنکے گھروں کے اندر دولت کی فراوانی نظر آنے لگی ہے، جنھیں عوام الناس "نودولتیے" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

۞

یہ بات واضح ہے کہ جن لوگوں کے آباؤاجداد رئیس اور کریم رہے ہوں انہوں نے اپنے گھروں میں ہمیشہ داد و دہش بھی دیکھی ہے، اور یہ بھی محسوس کیا ہے کہ سائل کی حاجت پوری کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی عزتِ نفس کو بھی اُن کے آباؤ اجداد ملحوظ رکھتے تھے۔

اس کے برخلاف جن لوگوں نے "ابھی ابھی" مال و دولت کی فراوانی دیکھی ہے، چونکہ انہوں نے اپنے گھروں میں نہ داد و دہش کا طریقہ دیکھا ہے اور نہ انہیں لوگوں کی حاجت پوری کرنے کے ساتھ اُن کی عزتِ نفس کو ملحوظ رکھنے کا تجربہ ہے۔

اس لئے اس بات کا بہت شدید اندیشہ ہے، کہ وہ سائل کی حاجت کو نظرانداز کر دیں، یا اُس کا مذاق اڑائیں، یا اسے اگر کچھ دیں تو اُس کی عزت کا کوئی خیال نہ رکھیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے مذکورہ بالا فرمان میں اس صورتحال کو کس قدر خوبصورت تمثیل میں بیان کیا گیا ہے کہ:

انسان اگر کسی نودولتیے کے سامنے اپنی حاجت کے اظہار پر مجبور ہو، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی اژدہے کے منہ کے اندر درہم رکھا ہو جس کی انسان کو ضرورت و حاجت بھی ہے، اور جس کی طرف ہاتھ بڑھانا خطرناک بھی ہے۔

۞

مذکورہ بالا تمثیل میں "نودولتیے" قسم کے لوگوں کو "اژدہے" سے تشبیہ دی گئی ہے، جس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ عام طور پر یہ لوگ معاشرے کے لئے کس قسم کے ثابت ہو سکتے ہیں۔



کچھ فقہی مسائل اور انکی حکمتیں

سُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّهُ وُجِدَ فِي جَزِيرَةٍ بَيْضًا كَثِيرًا ؟

فَقَالَ ؏: كُلْ مَا اخْتَلَفَ طَرَفَاهُ، وَلَا تَاكُلْ مَا اسْتَوٰى طَرَفَاهُ۔

٭

وَسَئَلَهُ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ الْعَلَوِيِّ عَنْ آدَمَ حَيْثُ حَجَّ، بِمَ حَلَقَ رَاسَهُ وَمَنْ حَلَقَهُ ؟

قَالَ ؏: نَزَلَ جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ بِيَاقُوتَةٍ مِنَ الْجَنَّةِ فَامَرَّهَا عَلٰى رَاسِهِ فَتَنَاثَرَ شَعْرُهُ۔

٭

وَسَئَلَهُ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْقَزْوِينِيُّ عَنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وَغُسْلِ غَاسِلِهِ ؟

قَالَ ؏: يُغَسَّلُ الْمَيِّتُ لِاَنَّهُ يُجْنِبُ وَلِتُلَاقِيَهُ الْمَلَائِكَةُ، وَهُمْ طَاهِرُونَ فَكَذٰلِكَ الْغَاسِلُ لِتُلَاقِيَهُ الْمُؤْمِنُونَ۔

وَعِلَّةُ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ لِيُشَفَّعَ لَهُ وَلِيَطْلُبَ اللّٰهَ فِيهِ۔

مَسَالَهُ اَبُو بَكْرِ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ تَكْبِيرِ صَلٰوةِ الْمَيِّتِ ؟

فَقَالَ ؏: اُخِذَتِ الْخَمْسُ مِنَ الْخَمْسِ صَلَوَاتٍ، مِنْ كُلِّ صَلٰوةٍ تَكْبِيرَةٌ۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی شخص نے دریافت کیا، کہ:

ایک جزیرہ کے اندر بہت سی قسموں کے انڈے پائے جاتے ہیں، (اُن کے بارے میں کیا حکم ہے)؟

امامؑ نے فرمایا کہ:

جس انڈے کے دونوں سرے مختلف ہوں اُسے کھاؤ، اور جس کے دونوں سرے یکساں ہوں، اُسے مت کھانا۔

٭

علی بن محمد بن قاسم علوی نے امام علیہ السلام سے دریافت کیا کہ:

جب حضرت آدمؑ نے حج کیا تو کس نے اُن کا سر مونڈا، اور کس چیز کے ذریعہ سے مونڈا۔؟

فرمایا کہ: جناب جبرئیلؑ جنت سے یاقوت لے کر آئے جسے اُن کے سر پر پھیرا تو اس سے اُن کے سر کے بال (صاف ہو کر) گر گئے۔

٭

ابو عبداللہ قزوینی نے دریافت کیا کہ:

٭ میت کو غسل کیوں دیا جاتا ہے؟

٭ اُس پر نماز کیوں پڑھی جاتی ہے؟

٭ اور غسل دینے والا خود کیوں غسل کرتا ہے؟

فرمایا کہ:- چونکہ میت کثافت (سے آلودہ) ہوتی ہے، جب کہ اُسے

(موت کے بعد) فرشتوں سے ملاقات کرنی ہوتی ہے جو پاک و پاکیزہ ہیں۔ اس لئے اُسے غسل دے کر پاک و پاکیزہ بنایا جاتا ہے)

• اُس پر نماز اس لئے پڑھی جاتی ہے کہ بارگاہِ معبود میں سفارش کی جائے اور اُس کے بارے میں خدا سے درخواست کی جائے۔

• اور میّت کو غسل دینے والا، اس لئے غسل کرتا ہے کہ (پاک و پاکیزہ ہونے کے بعد) مومنین سے ملاقات کر سکے۔

(۶)

ابوبکر الحضرمی نے آپ سے دریافت کیا کہ:

"نمازِ جنازہ میں (پانچ) تکبیریں کیوں ہوتی ہیں؟

فرمایا کہ:

روزانہ کی پانچ نمازوں کی جگہ، پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں (گویا) ہر نماز کی جگہ، ایک تکبیر (رکھ دی گئی) ہے۔

